مصباحِ سنت
بجواب
راہِ سنت
از قلم
جلد اول
ناشر
قادریہ پبلشرز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

البرہان القاطع
فی الردّ
علی المنہاج الواضح

المعروف بہ

مصباح سنت

بجواب راہ سنت

''جس میں مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی کی کتاب راہ سنت کا مکمل رد بلیغ کر کے کلیہ بدعت وغیرہا میں ان کی بے شمار علمی ٹھوکروں کی نشاندھی کی گئی اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اہلسنّت وجماعت پر ان کا بدعتی ہونے کا الزام ان کا محض بلا دلیل دعویٰ ہے جس کے ثابت کرنے میں وہ کلی طور پر ناکام رہے ہیں نیز یہ کہ اس کے اصل ملزم وہ خود ہی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر بیسیوں علمی مباحث بھی اس میں آ گئے ہیں جو مطالعہ سے تعلق رکھتے ہیں''

از قلم
علامہ مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی

ناشر
قادریہ پبلشرز کراچی
کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان

کتاب : مصباح سنّت

مصنف : علامہ مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی

طباعت اول : ۲۰۰۳ء

ھدیہ : 85

نوٹ: تصحیح حتی الوساع کوشش کی گئی ہے پھر بھی اغلاطِ کتابت سامنے آئے تو مطلع فرمائیں (ادارہ)

مراکز ترسیل

- ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد کھارادر، کراچی، فون نمبر: 2203464
- مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، کراچی
- کاظمی کتب خانہ عقب جامعہ غوث اعظم داتا گنج بخش روڈ رحیم یار خان فون 0731-71361
- سادات پبلی کیشنز، لاہور (پروگریسو بکس اردو بازار، لاہور، 042-7352795
- مکتبہ زاویہ ۱۰، مرکز الاویس (ستا ہوٹل) دربار مارکیٹ، لاہور، فون: 042-7113553
- مکتبہ اہلسنّت برائٹ کارنر، نزد چاندنی چوک، کراچی
- مکتبہ قادریہ برائٹ کارنر چاندنی چوک، کراچی، فون: 2627897
- مکتبۂ رضویہ، گاڑی کھاتہ، آرام باغ، کراچی۔
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز، انفال سینٹر اردو بازار، کراچی، فون: 2210212

قادریہ پبلشرز

5/A کارابھائی کریم جی روڈ، نیا آباد، کراچی 7529937

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات کتاب ھذا

عرض ناشر

ایک طویل عرصے سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ باطل فرقہ کی کتاب ''راہ سنت'' کا سطر بہ سطر جواب دیا جائے۔ مذکورہ کتاب کے مصنف نے کتاب لکھتے ہوئے ایک اصول مدنظر رکھا ''اتنا جھوٹ بولو کے سچ کا گمان ہونے لگے''۔ میلاد شریف کا انعقاد تو بدعت قرار پائے لیکن دیوبندی مدارس میں افتتاح بخاری و ختم بخاری کی محافل جائز قرار پائیں، جلسہ میلاد تو بدعت شنیعہ ٹھہرے لیکن دیوبندیوں کی سیرت النبی کانفرنس عین سنت بن جائے، جلوس میلاد تو ناجائز ہو لیکن مدح صحابہ کا جلوس مباح و افضل ہوجائے۔

مولوی سرفراز گکھڑوی نے تلبیس، خلط مبحث اور تحریف کے زور پر معمولات اہلسنّت پر جو افراء پردازی کی اور خصوصاً جاء الحق پر جو اعتراضات کیئے، محقق اہلسنّت مناظر اسلام فیض یافتہ غزالی زماں حضرت علامہ مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی دامت برکاتہم القدسیہ نے الحمدللہ، مصباح سنت میں ان کے مسکت جواب دیئے ہیں اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ معمولاتِ اہلسنّت میں سے کوئی بھی مخالف و مصادمِ سنّت نہیں، ربّ قدیر آپ کی ذات بابرکات کو ہمارے لئے مزید فیض بخش اور نور بار بنائے اور آپ کی سعی جمیلہ کو اپنے دربار میں قبول فرما کر اجرِ عظیم عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین۔

اراکین

قادریہ پبلشرز

تقریظ جمیل

فاتح رفض وخروج، مناظر اعظم، استاذ العلماء، شیخ القرآن، عاشق مدینہ، پیر طریقت

حضرت مولانا علامہ **محمد منظور احمد** صاحب فیضی دامت فیوضہم

بانی ومہتمم جامعہ فیضیہ رضویہ وجامعہ فیض الاسلام احمد پور شرقیہ، حال شیخ الحدیث جامعۃ المدینہ گلستان جوہر کراچی

حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد

حق وباطل۔ سیدنا آدم علیہ السلام وشیطان۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوجہل و ذوالخویصرۃ تمیمی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور خوارج۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور روافض۔ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور ابن تیمیہ، امام کعبہ امام زینی بن دحلان رضی اللہ عنہ اور قرن الشیطان ابن عبد الوہاب نجدی۔ خاندان خیر آبادی اور مراد آبادی وملتانی عبیدی اور اسماعیل دہلوی۔ شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، غزالی زماں سیدی وشیخی حضرت کاظمی صاحب وحکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہما الرحمۃ والرضوان اور سرفراز گکھڑوی کا ٹکراؤ چلتا آرہا تھا۔ جب فقیر نے سید المحرفین سرفراز کی کتب پر مواخذے کتاب "مقام رسول" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں چھاپے تو سرفراز کو اپنی سابقہ تحریریں چھپانی پڑیں۔ پھر لاہور اور ساہیوال کے علماء اہلسنت نے مجھے فرمایا کہ سرفراز کی کتاب "راہ سنت" کا جواب لکھو۔ مگر مختلف امراض اور تبلیغی دوروں اور گوناگوں مصروفیت کی وجہ سے یہ کام معطل رہا۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ میرے شاگرد کے شاگرد عزیزم فاضل محتشم محقق دوراں، کامل فی التدریس والتبلیغ والتحریر والتنظیم علامہ مفتی عبد المجید خان سعیدی زید رشدہ ومجدہ وقربہ فی حضرتہ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے "راہ سنت" کا تحقیقی جواب لکھنا شروع کیا جس کا پہلا حصہ بنام "مصباح سنت" چھپنے کو تیار ہے

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ اثبات حق و باطل باطل کیلئے ہر سنی کو اس کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء

رقمہ منظور احمد الفیضی
حال شیخ الحدیث جامعۃ المدینہ گلستان جوہر کراچی غفرلہٗ و عفی عنہٗ
۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

تقریظ منیف

سراپا تقویٰ و طہارت، جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول مناظر اسلام
استاذ العلماء حضرت قبلہ
مولانا علامہ مفتی **محمد اقبال** صاحب سعیدی رضوی مدظلہ العالی
خلیفہ مجاز حضرت غزالی زماں، استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

الحمد لله رب العلمين و الصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین . نشھد ان لا الہ الا الله وان محمد رسول الله الذی ماترک شیا یکون الی قیام الساعة من الحوادث الکونیة الا بینها ولا شیاً یکون الی قیام الساعة من امور الشریعة الا بینها صلی الله علیه وعلی الہٖ واصحابه اجمعین .

فقیر نے عزیز القدر مولانا مفتی عبدالمجید صاحب سعیدی کی کتاب **''مصباح سنت بجواب راہ سنت''** کے بعض مقامات کا مطالعہ کیا جو اہل سنت کے مخالفین کے جواب میں تحریر کی گئی ہے۔ دراصل مسئلہ بدعت پر اہل بدعت نے اہل سنت کے خلاف اس قدر شور مچایا ہے کہ کم علم لوگ اہل سنت کو اہل بدعت اور اہل بدعت کو اہل سنت سمجھنے لگے۔ پروپیگنڈہ باز سیاست کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ جھوٹ کو اتنی بار بولو کہ سچ نظر آنے لگے اور اسی

طرز عمل کو اپنا کر وہ لوگ اپنے آپ کو اہل سنت کہنے لگے ہیں اور ہمیں بدعتی۔ اور اصل معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اس لیے کہ یوں تو وہ بہت کچھ کہتے ہیں۔ لیکن جب ان کو بدعت کی تعریف کے لیے بلایا جائے تو اس کی کوئی جامع مانع ایسی تعریف نہیں کر پاتے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو کیونکہ اگر وہ تعریف رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں تو پھر وہ تعریف خود انہیں حضرات کے نکتہء نظر کے پیش نظر بدعت قرار پاتی ہے کیونکہ بدعت کی ایک تعریف وہ یہ کرتے ہیں کہ بدعت وہ کام ہے جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو۔ لیکن مذکورہ بالا ان الفاظ سے تعریف کرنا بھی تو ایک کام ہے۔ کیا یہ کام رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ ؟

اگر کیا تھا تو اس کے بارے میں مستند حوالہ صحیح حدیث سے درکار ہے۔ جو وہ آج تک نہیں لا سکے۔ دراصل بدعت کی اصل تعریف وہ ہے جو رسول ﷺ کے ان کلمات کریمہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ان کل محدثة بدعة (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰) یعنی ہر محدث بدعت ہے پھر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ محدث کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں سرکار کا ارشاد ہے من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد (بخاری، مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۷۷)

جس شخص نے ہمارے اس امر (احکام شریعت) میں کوئی ایسی چیز بڑھائی جو اس میں نہ تھی تو وہ (نیا حکم) رد ہے۔ اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بدعت دراصل احکام شریعت میں تحریف کا نام ہے۔ یعنی جو حکم شرعی کسی دنیوی یا دینی چیز کے بارے میں شریعت میں قرار دیا گیا۔ اسکی بجائے اپنی طرف سے کوئی حکم لگانا یا اس غلط حکم کو صحیح

اعتقاد کرنا محدث ہے۔ اور ہر محدث بدعت ہے۔ اس امر میں دینی یا دنیوی کام کا کوئی فرق نہیں اللہ تعالیٰ نے دین یا دنیا کے ہر کام کے بارے میں کوئی نہ کوئی شرعی حکم بھیجا ہے اور شرعی احکام یہ ہیں۔ فرض، واجب، سنت مؤکدہ (اور سنت غیر مؤکدہ، مستحب) اور اولیٰ، اور حرام، مکروہ تحریمی، اساءت (اور مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ) اور مباح۔

کائنات میں جتنی چیزیں ہیں ان کے استعمال یا عدم استعمال اور جتنے عقیدے ہیں ان کے ماننے یا نہ ماننے اور جتنے امور شرعیہ ہیں ان کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کوئی نہ کوئی حکم شرعی ان احکام میں سے موجود ہے جو دلائل شرعیہ اربعہ کے عموم یا خصوص سے ثابت ہوگا۔ قرآن وحدیث کے علاوہ عقائد اور فقہ کی کتابوں کے طویل وعریض دفتر ہمارے اس دعویٰ کے سچے گواہ ہیں۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے عن سلمان قال قیل لہ قد علمکم نبیکم ﷺ کل شی حتی الخراءۃ؟ قال فقال اجل. (مسلم شریف جلد اول عربی صفحہ ۱۳۰)

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ کفار نے آپ سے کہا کہ تمہارے نبی ﷺ تمہیں ہر چیز بتاتے ہیں یہاں تک کہ رفع حاجت کا طریقہ بھی بتاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا "ہاں" یعنی ہمیں حضور ﷺ ہر چیز بتاتے ہیں؟ یہاں تک کہ پاخانہ کرنے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں؟ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۳۰)

تو ثابت ہوا کہ کائنات کے جتنے امور ہیں وہ صحابی کے اس اقراری "کل شی" میں داخل ہیں۔ چاہے ان امور کا ظہور اس زمانے میں ہوا تھا یا نہیں اور وہ امور اب ظاہر ہوئے یا اب سے تھوڑا یا زیادہ عرصہ پہلے احکام بہر صورت ہر چیز کے پہلے سے دے دیئے گئے۔

اگر وہ فعل فرض ہے تو اسے حرام یا مکروہ کہنے والا قول محدث کا قائل ہو کر بدعتی ہے۔ اور اگر وہ مثلاً حرام ہے تو اسے فرض واجب وغیرہ کہنے والا بھی خود بدعتی ہوگا اسی طرح اگر کوئی فعل مباح ہے تو اسکا کرنے والا تو بدعتی نہیں ہوگا۔ لیکن اسے فرض سمجھنے والا بدعتی ہوگا۔ چاہے وہ یہ فعل کرے یا نہ کرے اگر وہ اپنے فعل کو فرض وغیرہ نہیں سمجھتا لیکن کوئی دوسرا اس کے فعل کو حرام کہتا ہے تو وہ بھی بدعتی ہوگا۔

اہل سنت و جماعت کے وہ معمولات جن پر بدعت کا طعنہ کسا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض سنت سے ثابت ہوتے ہیں اور منکر کو پتہ نہیں ہوتا اور بعض مستحب ہوتے ہیں اور بعض مباح۔ اہل سنت کے علماء ان احکام میں تبدیلی نہیں کرتے بلکہ بتادیتے ہیں کہ یہ امر مباح ہے یا مستحب۔ فرض، واجب ہرگز نہیں۔ اس لیے ہمارے ان افعال پر بدعت کا فتویٰ غلط ہوگا۔ رہے ہمارے عوام، عوام کسی طبقے کے بھی حجت نہیں ہوتے۔ علماء جب کسی بات کی تصریح کررہے ہوں تو پھر عوام کا اس کے خلاف بالفرض کوئی عقیدہ ہو بھی تو وہ ان افراد کی غلطی ہوئی مگر پورے مسلک اہل سنت کی غلطی نہ ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس اس مباح فعل کو یا اس مستحب فعل کو کوئی شخص حرام یا مکروہ تحریمی کہتا ہے تو وہ یقیناً محدث فعل کا مرتکب ہے اور اسی کو بدعتی کہیں گے۔ ہماری اس تشریح کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ اہل بدعت دراصل وہ علماء ہیں جو ان افعال کو جو اپنی اصلیت میں جائز یا مستحب تھے یا بلکہ ترک اولیٰ بلکہ مکروہ تنزیہی تک کیوں نہ تھے انہیں حرام یا مکروہ تحریمی کہا ہے۔ فریق مخالف کے عوام تو کسی قطار میں نہیں۔ بات تو علماء کی ہے جو جہاں کہیں بیٹھتے ہیں ان امور کو حرام یا مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ پکے بدعتی وہی ہیں لیکن اس دور کا المیہ ہے کہ سینہ تان

کر ہم سے کہتے ہیں کہ تم ہی بدعتی ہو۔ ہاں صحابہ کرام کے اقوال میں کبھی کبھی کسی ایک آدھ صحابی کے قول سے احتمال پیدا کیا جاتا ہے کہ شاید وہ ہر اس کام کو بدعت کہتے ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو۔

لیکن سیدنا ابوبکر سیدنا عمر اور سیدنا زید بن ثابت اور ان کے زمانے کے تمام دیگر صحابہ کے اتفاق سے اس بات کو مسترد کیا گیا کہ جو کام رسول ﷺ نے نہ کیا ہو وہ اگر اچھا بھی ہو تو نہ کیا جائے۔ جب حضرت عمر نے سیدنا ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ حفاظ صحابہ شہید ہو رہے ہیں۔ آپ قرآن پاک کو لکھوا کر رکھیں تو سیدنا ابوبکر صدیق نے جواب میں یہ فرمایا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کیسے کروں جب کہ حضرت عمر بار بار اصرار کرتے رہے تو ابوبکر صدیق بھی اس کے قائل ہو گئے تو پھر زید بن ثابت کو بلایا کہ آپ قرآن مجید کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کریں زید بن ثابت نے بھی وہی بات کہی کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تو میں کیسے کروں پھر ان کا دل بھی کھل گیا اور وہ بھی اس پر آمادہ ہو گئے (بخاری شریف جلد دوم عربی صفحہ ۷۴۵)

بہر حال ان تین حضرات نے اس بات کو مسترد کر دیا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو وہ نہ کیا جائے اب اگر کسی اور صحابی کا قول اس کے خلاف آتا ہے تو وہ مذکورہ بالا اتفاق شیخین کے خلاف ٹھہرتا ہے۔ لہذا اس کا پیش کرنا صحیح نہ ہوگا اس زمانے کے اہل بدعت میں سے ایک شخص نے اپنے پروپیگنڈہ کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے ایک کتاب المعروف **راہ سنت** لکھی۔ جو مغالطہ آفرینیوں سے بھرپور تھی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے عزیزی علامہ مفتی عبدالمجید صاحب سعیدی (متع اللہ المسلمین بطول حیاتہٖ ونشر علمہٖ) کو جنہوں نے اس کتاب کا رد بسیط لکھا ہے اور فریق مخالف کے دلائل کو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ثابت کیا اور ان کے تار و پود کو بکھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں آپ کی تصنیفی اور تدریسی اور کتابی نیز مناظرانہ خدمات میں بے حد برکت عطا فرمائے۔ اور برکتوں میں ہر آن مزید برکتیں بڑھاتا رہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے انوار و تجلیات کے فیوض ہر آن ان پر وارد ہوتے رہیں ان کے کھلے اور چھپے مخالفین کو اللہ تعالیٰ ہر آن اپنی قوت اور قدرت سے شکست دیتا رہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو حاسدین، ساحرین اور ماکرین کے مکاید اور شرارتوں سے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور نظر بد سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں شر شیٰطین سے بچائے مولانا کو اللہ تعالیٰ ہر آن تقویٰ، سعادت اور ہدایت پر چلائے ان کی اولاد اور تلامذہ کو سات پشتوں تک بلکہ اس سے بھی آگے تقوی و سعادت کے ساتھ نشر دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ اللھم آمین

یاحی یاقیوم برحمتک استغیث لاالہ الا انت آمین ببرکۃ سیدالمرسلین خاتم النبیین وببرکۃ الہٖ واصحابہٖ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین

قالہ بفمہ وامر برقمہ الفقیر الی ربہ محمد اقبال عفی اللہ عنہ

قالہ بفمہ وامر برقمہ الفقیر الی ربہ محمد اقبال عفی اللہ عنہ

تقریظ جلیل

محسن اہلسنت صاحب تصانیف کثیرہ انیقہ، بقیۃ السلف زبدۃ الاصفیا،
رئیس القلم استاذ العلماء حضرت علامہ مولٰنا **عبد الحکیم** صاحب شرف القادری دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مولوی ابو الزاہد محمد سرفراز گکھڑوی دیوبندی مکتب فکر کے ترجمان،
شیخ الحدیث اور متعدد کتب کے مصنف ہیں، ان کے مطالعہ اور جستجو کا محور اور زندگی بھر کا حاصل یہ ہے کہ میرے نبی کو فلاں غیب کا علم نہیں تھا اور فلاں چیز کا اختیار نہیں تھا، انہوں نے پوری زندگی اہلسنت وجماعت (جنہیں وہ بریلوی کہتے ہیں حالانکہ بریلوی کوئی مذہب یا مسلک نہیں ہے) کے خلاف خامہ فرسائی کی ہے اور اس کا انہیں حق ہے جس پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتا۔ لیکن اس سوچ پر بھی تو پابندی عائد نہیں کی جا سکتی کہ یہ اپنی اپنی قسمت کی بات ہے کہ ایک طبقہ قرآن وحدیث کا مطالعہ اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی اور وسعت اختیار ثابت کرنے کے لیے کرتا ہے اور دوسرا طبقہ یہ ثابت کرنے کیلئے سالہاسال صرف کر دیتا ہے کہ میرے نبی کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا اور فلاں چیز کا اختیار نہیں تھا۔

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ انہیں توضیح میں صدر الشریعہ امام عبید اللہ ابن مسعود کی یہ بات نظر آجاتی ہے کہ (ولم یظھر احدا من خلقه علیھا) یعنی اللہ تعالیٰ نے متشابہات اور اسرار پر مخلوق میں سے کسی کو تسلط اور یقینی علم عطا نہیں فرمایا۔ لیکن اسی توضیح کے متن تنقیح میں یہ عبارت نظر نہیں آتی (ولانه اسبق الناس فی العلم وانه یعلم المتشابه والمجمل (فصل فی الوحی ص ۴۸۶)
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علم میں تمام انسانوں سے آگے ہیں اور یہ کہ آپ متشابہ اور مجمل کو جانتے ہیں، کیا قسم کھا رکھی ہے کہ ہم نے ہر اس تحریر سے آنکھ بند کر لینی ہے جس سے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہو؟

گھڑوی صاحب کی کتاب "راہ سنت" وہ ہے جس میں انہوں نے اہلسنت وجماعت کے معمولات مثلاً محفل میلاد، عرس اور دعا بعد از جنازہ وغیرہ کو بدعت قبیحہ قرار دیکر ہدف تنقید بنایا ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے فاضل نوجوان مولانا علامہ عبدالمجید خان سعیدی رضوی مہتمم جامعہ نبویہ رحیم یار خان کہ انہوں نے "راہ سنت" کے جواب میں مصباح سنت" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے چند ابتدائی صفحات دیکھنے کا راقم کو موقع ملا ہے، فاضل علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی دو درجن سے زیادہ کتب کے مصنف ہیں، ان کی تصانیف متانت، شائستگی اور مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت شاہکار ہیں ان کی یہ تصنیف بھی دیگر تصانیف کی طرح مسلک اہلسنت وجماعت کی حقانیت کو آشکار کر دے گی اور مخالفین کے دام تزویر کے تار و پود بکھیر دے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

مولائے کریم حضرت مصنف کے علم و اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
۲۱ جولائی ۲۰۰۳ء

محمد عبدالحکیم شرف القادری
مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ
لاہور

تقریظ انیق

تلمیذ رشید غزالی زماں، بقیۃ السلف، پیر طریقت، رہبر شریعت شیخ الاسلام

حضرت مولانا علامہ **میاں فتح محمد** صاحب قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ فتحیہ قادریہ و مہتمم مدرسہ فتحیہ جامع مسجد حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ

جلال پور پیر والا۔ ضلع ملتان

دامت عنایتکم مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب

ذوالمجد والاکرام فاضل محترم علامۃ العصر حضرت مولانا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی نوازش نامہ موصول ہو کر کاشف حال ہوا۔ آپ کی نئی مطبوعہ کتاب "مصباح سنت" بالاستیعاب پڑھی قلبی مسرت ہوئی۔ جس طرح جناب والا نے مسلک حقہ اہلسنت وجماعت کی ترجمانی فرمائی۔ وہ قابل صد تحسین ہے۔ خصوصاً دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرزہ سرائی کے خلاف آپ کے قلمی جہاد نے حق و باطل میں واضح تفریق کی نشاندہی کی ہے۔ یہ صرف آپکا طرۂ امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حسن تحریر میں (جو واقعی اپنے اسلوب تحریر سے مزین ہوتی ہے) بلندی عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ نے ہمیشہ تعریف و تحریف سے ہٹ کر حقیقت کو موضوع بنایا ہے۔ اور کماحقہ، وقت کی ضرورت کے پیش نظر کتاب مستطاب "مصباح سنت" کو تحریر کر کے دراصل روح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کی ہے جب بھی کسی مخالف نے مسلمانوں کو بہکانے کی کوشش کی تو علماء حق نے باطل کے طلسم کو توڑ دیا

دعا ہے کہ مولائے کریم آپ کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے۔

امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

فقط والسلام

فقیر فتح محمّد قادری مسجد شریف

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلال پور پیروالا (ملتان)

۱۰ جولائی ۲۰۰۳ء بروز جمعرات

تأثراتِ لطیفہ

عمدۃ المدرسین، ملک التحریر حضرت مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری دام ظلہم فاضل مدرس شعبہ درس نظامی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مصباح سنت بجواب راہ سنت" اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور ممتازانہ تصنیف ہے جسے حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان صاحب سعیدی رضوی دامت برکاتہم صدر مدرس و مہتمم جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان نے انتہائی عرق ریزی سے کتاب کی صورت دی ہے سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے جو اس دور کا نہایت شاطر اور عیّار مصنف ہے جس نے سوقیانہ انداز کو راہ سنّت کا نام دیا اور اپنے اکابر کی روش پر چلتے ہوئے ادب و احترام کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور اپنے تصور باطلانہ کو اپنی کتاب میں جمع کیا جس کا مؤثر ترین جواب آپ "مصباح سنّت" میں پائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز

راقم السطور "مصباح سنّت" ایسی لاجواب کتاب پر فاضل مصنف کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی اس قلمی کاوش کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ آمین

محمد منشا تابش قصوری
۱۰ اکتوبر ۲۰۰۳ء
۱۳ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

شرفِ انتساب

فقیر اپنی اس ناچیز کاوش کو اپنے استاذ گرامی مخزن علم و فضل معدن تقویٰ وطہارت، جامع المعقول والمنقول، مناظر اسلام استاذ العلماء حضرت قبلہ مولٰنا علامہ مفتی **محمد اقبال** صاحب سعیدی رضوی دامت برکاتہم العالیہ (حال استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم نیو ملتان) کے توسط سے اپنے استاذ الاساذ، مجمع البحرین، ماہر علوم وفنون عالیہ وآلیہ فاتح رفض وخروج، مناظر اعظم شیخ القرآن حضرت قبلہ مولانا علامہ **محمد منظور احمد** صاحب فیضی دامت فیوضہم ومدظلہم (بانی ومہتمم جامعہ فیضیہ رضویہ احمد پور شرقیہ وحال شیخ الحدیث وشیخ المناظرہ جامعہ المدینہ کراچی) کے نام نامی واسم گرامی سے منسوب ومعنون کر کے اسے آپ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہے کیونکہ یہ تالیف آپ ہی کے حکم پر عمل میں آئی (کما سیأتی)

ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

عبد المجید سعیدی رضوی بقلمہ
مؤلف ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وحدہٗ ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبیّ ولا رسول بعدہٗ ۔ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ المکرمین عندہٗ نشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ۔ ونشہد ان سیّدنا وسندنا محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ ۔ اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی الکلام المجید والفرقان الحمید " وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہٗ فانتہوا " ۔ وقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہٗ فھو ردٌّ ۔ صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علیٰ ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ ربّ العٰلمین ۔

وجہ تالیف کتاب ہٰذا : برادرانِ اسلام ! یہ وہی پُرآشوب اور پُرفتن دور ہے جس کی کم وبیش چودہ سو برس قبل نشاندہی کرتے ہوئے اللہ کے عالم ماکان وما یکون نبی صلّی اللہ علیہ وسلم نے مذمّتی انداز میں پیش گوئی فرمائی تھی کہ اسمیں فتنات کی بارش ہوگی ۔ جس میں عام آدمی کیلئے اپنے ایمان اور نیکی کو پہچاننا خاصا مشکل ہوجائیگا (ملخصاً من متون الاحادیث الصحیحۃ الکثیرۃ الواردۃ فی باب الفتن) ان میں سے ایک فتنۂ نجد ہے (کما فی الصحیحین وغیرھما) جس کی ایک بڑی شاخ ، گکھڑمنڈی ضلع گوجرانوالہ کے فریق ثانی کے معروف عالم کا مسلک برحق اہل سُنّت وجماعت کے خلاف تصنیف وتالیف کی شکل میں قائم کردہ محاذ بھی ہے جن کے نام اور القاب وغیرہ کی مکمل تفصیل مع سیر حاصل ابحاث آئندہ صفحات میں آرہی ہے ۔ موصوف کی ان کی کتب میں اگرچہ دلائل کی کوئی جدّت نہیں بلکہ وہ صرف طرز کی تبدیلی کی حامل ہو کر پُرانے

جال نئے شکاری" کی صحیح مصداق ہیں جو ماضی میں بارہا ہمارے علماء سے کئی کئی ماریں کھاکر
فرسودہ بلکہ مردہ ہو چکے ہیں اسی بناء پر شروع شروع میں ہمارے علمائے ان کے مرتبح البطلان
ہونے کے باعث نیز ایک گمنام فتنے کو خواہ مخواہ ہوا دیکر اسے تقویت پہونچانے سے گریز
کرتے ہوئے انہیں منہ لگانے کے قابل نہ سمجھا جو بالکل بجا تھا لیکن گکھڑوی صاحب موصوف
اینڈ کمپنی نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انکے لاجواب و لاینحل ہونے کا سخت پروپیگنڈہ
کیا اور ہماری خاموشی کو خوش فہمی سے ہمارے عجز اور بے بسی پر محمول کیا جو کم پڑھے لکھے اور
ان پڑھ قسم کے کچے ذہن کے مالک سیدھے سادھے مسلمانوں کیلئے باعث تشویش ہوا۔ پس
اس بدلتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر عرصہ سے قصد تھا کہ عوام کو ان کے زہریلے اثرات اور
گمراہ کن پروپیگنڈہ کے نقصانات سے بچانے کی غرض سے ایک مستقل سلسلہ کے تحت
موصوف کی جملہ تالیف کا علم و تحقیق کی روشنی میں متین و سنجیدہ جائزہ اور محاسبہ پیش کیا جائے
کئی احباب کا اصرار جس پر مستزاد تھا مگر جامعہ کے اہتمام، نیز تدریس و افتاء اور تبلیغ مسلک
(وغیرہا) کی گوناگوں مصروفیات حائل رہیں یہاں تک کہ دنیا ء سنیت کی شہرہ آفاق علمی شخصیت
ایوان نجد میں تہلکہ مچا دینے والی معرکۃ الآراء کتاب مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصنف جلیل استاذ
الاساتذہ مفخر الجہابذہ، مناظر اعظم شیخ القرآن حضرت قبلہ مولانا علامہ **محمد منظور احمد صاحب فیضی**
دامت برکاتہم (بانی و مہتمم جامعہ فیضیہ احمد پور شرقیہ و حال شیخ الحدیث و شیخ المناظرہ جامع المدینہ
کراچی جو فقیر راقم الحروف کے دادا استاذ بھی ہیں، انہوں) نے ایک بار فقیر کے ہاں قدم رنجہ
فرمانے کے دوران اس بارے میں اپنی خواہش ظاہر کرتے ہوئے فرمایا، تم یہ کام کر دو تو مسلک
کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ علاوہ ازیں کراچی کے معروف نوجوان فاضل مناظر اہلسنت مولانا
علامہ سید **مظفر حسین** شاہ صاحب اختر القادری مدظلہ العالی نے بھی نہ صرف یہ کہ اسکی

بابت بالواسطہ اور بلاواسطہ کئی طرح سے پیہم اصرار جاری رکھا بلکہ اس کی طباعت کا اہتمام فرمانے کا بھی وعدہ فرمایا۔ نیز شاہ صاحب موصوف کے زیر اہتمام ترقی کے زینہ پر گامزن اشاعتی ادارہ قادریہ پبلشرز نیا آباد کراچی کے احباب جناب محمد حنیف قادری اور جناب محمد عقیل قادری کے علاوہ ہمارے کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان کے عزیزم حافظ محمد الیاس سعیدی نے بھی اس کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے اس سلسلہ میں بھرپور محنت کرنیکا عزم ظاہر کیا جس کے بعد لیت و لعل یا کسی قسم کی تاخیر کرنیکی کوئی گنجائش نہ رہی۔ پس محض احقاق حق اور ابطال باطل کے جذبہ سے حبۃً للہ اور توکلاً علی اللہ سلسلہ **محاسبۂ گکھڑویات** کے عنوان سے اس کا آغاز کر دیا گیا (والمسئول من اللہ التوفیق والتیسیر والاتمام وھو الولی المنعام) جس کی پہلی کڑی مؤلف کی کتاب **"المنہاج الواضح یعنی راہ سنت"** کا مسکت، مسکِّت، مسقط اور ترکی بہ ترکی جواب ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کا حسب ذیل نام فی البدیہہ نوک قلم پر آگیا

البرہان القاطع فی الرّد علی المنہاج الواضح

المعروف

مصباحِ سنّت بجواب راہِ سنّت

گکھڑوی صاحب کے ردّ کی افادیت: گکھڑوی صاحب کی کتاب تسکین الصدور کے دیباچہ میں یہ امر صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ ۔۔۔ میں ان کے ہم مشرب ذمہ دار افراد کے ایک جم غفیر نے انہیں اہلسنّت وجماعت کے خلاف باقاعدہ طور پر شعبۂ تصنیف و تالیف سونپتے ہوئے انہیں اپنا قلمی نمائندہ اور اپنی قوم کا امام حاضر مقرر کیا جس کا واضح مطلب

اور مفاد یہ نکلا کہ انہی ایک ہی صاحب کی خبر لے لینا پوری دیوبندی وہابی دنیا کو شکست دینے کے مترادف ہے۔ جس سے ان کے رد کی افادیت کا پتہ چلتا ہے۔

راہِ سنّت کو مقدم رکھنے کی وجہ:۔ نیز "سلسلۂ محاسبۂ گکھڑویات" میں کتاب مذکور (راہِ سنّت) کو رد کیلئے سب سے پہلے نمبر پر رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اہلسنّت کے روزمرّہ کے کئی معمولات پر تنقیدات پر مبنی ہونے کے باعث ان کی دوسری کتابوں کی بہ نسبت زیادہ زہریلی ہے نیز خود مؤلف اور اس کے ہمنوا بھی سب سے زیادہ جس پہ نازاں اور فرحان نظر آتے ہیں وہ بھی ان کی یہی کتاب ہے۔ چنانچہ مدرسہ دیوبند کے شیخ التفسیر مولوی شمس الحق افغانی صاحب نے بپیش نظر اس کتاب پر دی گئی اپنی تقریظ میں اس کے متعلق لکھا ہے :۔ "میرے خیال میں مصنف دام فضلہ کی تمام تصانیف اگرچہ بجائے خود بہت مفید ہیں لیکن یہ کتاب دیگر تصانیف کی نسبت عوام و خواص دونوں کیلئے بے حد نافع ہے۔ الخ اپنے حلقہ کے علماء کرام وطلبہ کرام کو مشورہ دیتا ہے کہ اس کتاب کی طرف توجہ فرمائیں" اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صح)

بلکہ خود گکھڑوی صاحب نے بھی اپنی اس کتاب کے طبع نہم کے دیباچہ میں اس پر بہت فخر کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے افغانی صاحب وغیرہ علماء دیوبند کی تصدیقات کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ :۔ "ان کی تصدیقات (الی) سے اس کتاب کو گویا ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے" اھ ملخصاً بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صد)

پس حسبِ مقتضائے حال گکھڑوی صاحب کی اصل علمی پوزیشن اور قدر و قیمت کو ان پر واضح کرتے ہوئے اسے سب سے سرفہرست رکھ کر اسی کی سب سے پہلے خبر لینا ہی موزوں و مناسب ہوا۔ جو حاضر ہے (وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ

انیب۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل)

نوٹ:۔ واضح رہے کہ دوران رد ہمارے پیش نظر کتاب مذکور کا وہ نسخہ ہے جو ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۱ء کا مطبوعہ ہے فلیفھم

نمقہ الفقیر عبدالمجید سعیدی رضوی بقلمہ مؤلف ہذا
۷ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۱ء
شب دوشنبہ بوقت تقریباً ۱۲½ بجے

پیش نظر کتاب کی کل کائنات

مؤلف کی پیش نظر کتاب کے علاوہ از تقاریظ، فہرست سمیت موٹے قلم کی کتابت سے تحریر کردہ درمیانہ سائز کے کل تین سو گیارہ صفحات ہیں جو عرض حال کے عنوان سے دیباچہ، سات ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے جس کی تفصیل مؤلف کے اپنے لفظوں میں حسب ذیل ہے۔

باب اوّل: شرعی دلائل کے بیان میں : باب دوم بدعت کی لغوی اور شرعی تعریف واقسام واحکام، باب سوم: بدعات کے جواز کے دلائل پر ایک نظر۔ باب چہارم عبادات میں اپنی طرف سے اوقات کیفیات کا تعین کرنا بدعت ہے۔ باب پنجم: کیا بدعات میں کوئی خوبی بھی ہوتی ہے۔ باب ششم: سنّت اور بدعت میں اشتباہ ہو تو کیا کرنا چاہیئے۔ باب ہفتم: فرداً فرداً بدعات پر تنقید۔ خاتمہ فریق آخر کے الزامی اعتراضات

ملاحظہ ہو فہرست راہ سنّت صـ۲ تا صـ۹ طبع گوجرانوالہ

کتاب کی غرض وغایت اور اسکے مواد کی نوعیّت وکیفیّت

بنیادی طور پر کتاب کا اصل اور مقصود بالذات حصہ اسکا باب ہفتم ہے جس میں مؤلّف نے مستقل عنوانات کے تحت معمولات اہل سنّت مثلاً محفل میلاد، عرس اور دُعا بعد نماز جنازہ وغیرھا کو بدعات قبیحہ قرار دیکر انہیں ہدف تنقید بنایا ہے۔ باقی عنوانات اس کے لوازمات ومتعلقات ہیں جو اس کیلئے کالمقدمہ ہیں جن میں سے اس کا باب نمبر۲ اس منصوبے کی بنیاد ہونیکے باعث مرکزی حیثیت رکھتا ہے جس سے مقصود معادضہ بالقلب کے طور پر اہلسنّت کو بدعتی اور خود کو خالص سنّی بنا کر پیش کر کے اور عوام کو قرآن وسُنّت کا جھانسہ دے کر

اپنے جرم تنقیص شان رسالت اور اپنی وہابیت کو چھپانے اور ان گستاخانہ عقائد ونظریات پر پردہ ڈالنے کی سعی مذموم کرنا ہے جو اصل اختلافات کی اصل بنیاد ہیں جن کی مکمل تفصیل حسام الحرمین، تمہید ایمان اور الحق المبین (وغیرھا) میں ہے۔

مؤلف کی یہ کتاب علم وتحقیق کے معیار سے بالکل ساقط الاعتبار، تضادات وتعارضات کا مجموعہ، تلبیسات وجہالات کا پلندہ، اصولوں سے انحراف پر مبنی اور مذہبی خودکشی کی بدترین مثالوں کا ملغوبہ ہے جس میں انہوں نے فاسد تاویلات، باطل تعبیرات مغالطہ آفرینی، ہیراپھیری، عیاری مکاری اور ہاتھ کی صفائی دکھانے کے اپنے جملہ فنون لطیفہ کا مظاہرہ کیا اور اس کے ہمہ قسم گُر اپنائے اور کرتب دکھائے ہیں یہاں تک کہ افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اس بارے میں مجرمانہ خیانت، قطع وبرید کرنے اور بعض امور کو توڑ موڑ کر پیش کرنے بلکہ خصوم کو بدنام کرنے کی غرض سے افترا پردازی، بہتان طرازی، کذب بیانی اور سفید جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کیا اور بعض مقامات پر دشنام طرازی اور بدزبانی کرتے ہوئے بازاری قسم کی گندی زبان بھی استعمال کی ہے اور عوام پر رعب ڈالنے کی غرض سے کتاب کا حجم اس طرح سے بڑھا کر پیش کیا ہے کہ اس میں بہت سی غیر متعلق اور غیر ضروری بحثوں کو بھرتی کرنے کے ساتھ ساتھ بعض باتوں کو بے فائدہ طول دیا اور بعض میں تکرار سے کام لیا ہے اور مزید چالاکی یہ کی ہے کہ کتاب کے صفحات کو بڑھانے کی غرض سے کتابت میں موٹا قلم استعمال کرایا ہے الغرض اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اس میں مطلوبہ معیار کے دلائل علم وتحقیق اور کام کی باتوں کے سوا سب کچھ ہے تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ مکمل تفصیل کے ساتھ جس کی بکثرت مثالیں آئندہ صفحات میں آنیوالے مباحث کے ضمن میں آرہی ہیں سردست اس مقام پر عنوان کو محض تشنۂ تکمیل ہونے سے بچانے کیلئے ان میں سے بعض کی بعض امثلہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

مؤلف کی جہالت، خیانت، تلبیس و تحریف اور کذب بیانی کے نمونے

جہالت:- چنانچہ گکھڑوی صاحب نے ایک مقام پر لکھا ہے ا:- "بیّنوا و توجروا" ملاحظہ ہو (راہِ سنت ص ۳۰۳)

جو از حد غلط اور موصوف کی اشد جہالت ہے کیونکہ از روئے علم نحو بَیِّنُوا شرط اور تُوْجَرُوْا اس کی جزاء ہے جن کے درمیان واؤ عطف کا لانا قطعاً بے محل ہے۔ موصوف نے شرط و جزاء کو معطوف علیہ و معطوف بنا دیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو وہ بتائیں کہ "توجروا" کی ن اعرابی کو کس قاعدہ کی رو سے انہوں نے حذف کیا؟

۲:- علاوہ ازیں سنت کی اصولی تعریف موصوف نے اس طرح لکھی ہے "سنّت کو (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل ہے)" الخ ملاحظہ ہو (راہ سنت ص ۱۴۵)

جو صحیح نہیں کیونکہ تقریر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کا جزء ماہیت ہے چنانچہ طلباءِ مشکوٰۃ کو پڑھائے جانے والے اصول حدیث کے مشہور رسالہ المعروف بہ مقدمۃ الشیخ کی ابتدائی سطور میں مرقوم ہے:- "اعلم ان الحدیث فی اصطلاح جمہور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فعلہ و تقریرہ" یعنی جمہور محدثین کی اصطلاح کے مطابق، حدیث، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل اور تقریر تینوں کو کہا جاتا ہے۔

۳:- علاوہ ازیں اس مقام پر گکھڑوی صاحب نے سنّت اصولیہ کو مقابل بدعت بھی سمجھ لیا ہے جو ان کی ایک اور جہالت ہے۔ لان بینھما بوناً بعیداً۔

۴:- نیز انہوں نے لکھا ہے:- جس طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا کسی کام کو کرنا سنّت ہے اسی طرح کسی کام کو چھوڑنا بھی سنت ہے"
ملاحظہ ہو (راہ سنت ص۹۲ نیز ص۹۳ نحوہٗ)

جو بلا دلیل اور قطعاً غلط ہے کیونکہ سنّت، فعل کا نام ہے، عدم فعل کا نہیں جس کی وضاحت سنت کی تعریف سے بھی ہوتی ہے جو کسی اہل علم پر مخفی نہیں۔ اس کی مزید بحث مع مالہ وما علیہ اپنے مقام پر آ رہی ہے

۵:۔ نیز موصوف نے قرآنی الفاظ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ "یہ اللہ تعالیٰ کا وہ قانون فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے،، ملاحظہ ہو (راہِ سنت ص۱۲)

اقولُ: اسمیں موصوف نے فِطْرَةَ اللّٰهِ کے الفاظ کو مبتدا محذوب هٰذِهٖ کی خبر بنا دیا ہے جیسا کہ ان کے لفظ "یہ" سے ظاہر ہے جو قطعاً خلاف فطرت ہے کیونکہ خبر مبتدا مرفوع ہوتی ہے جو کسی متبدی لا یعقل پر بھی مخفی نہیں فضلاً عن عاقل۔ جبکہ نظم قرآنی میں لفظ "فطرةَ" منصوب واقع ہے۔ فاتضح ما قلنا۔

۶: علاوہ ازیں موصوف نے ایک حدیث کے الفاظ "اوصیکم باصحابی" کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں (کہ ان کے نقش قدم پر چلنا)"

ملاحظہ ہو (راہِ سنت ص۴۲۔ نیز ص۵۱ ولفظہٗ: وصیت کرتا ہوں (کہ ان کی پیروی کرنا) جو نہایت درجہ غلط اور بدترین جہالت یا تجاہل ہے کیونکہ "و ص ی" کا مادہ ب کے صلہ کے ساتھ کسی کی پیروی کرنے کے معنی میں ہرگز نہیں آتا جس کا خود گکھڑوی صاحب کو بھی احساس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ "نقش قدم پر چلنا" اور "پیروی کرنا" کے الفاظ کو بریکٹ میں لائے ہیں اگر یہ لفظ مذکورہ الفاظ کا ترجمہ تھے تو انہیں بریکٹ میں لکھنے

کا کیا مطلب ؟ پھر اگر یہ ترجمہ درست ہے تو گکھڑوی صاحب حدیث "استوصوابھم خیراً"، کا کیا یہ ترجمہ کریں گے کہ طلباء علم اقطار ارض سے تمہارے پاس آئیں گے پس تم ان کی پیروی کیجیئے گا اور ان کے نقش قدم کو اپنائیے گا ؟

نیز صحیح مسلم (ج ۲ ص۳۱۱ کتاب الفضائل) کے اس عنوان "باب وصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باھل مصر"، کا ترجمہ بھی کیا وہ اس طرح کریں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل مصر کی پیروی کرنے اور ان کے نقش قدم کو اپنانے کی وصیت کا بیان" ؟ - ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم -

تلبیس و تحریف:- گکھڑوی صاحب کا یہ اقدام ان کی تلبیس اور حدیث میں تحریف کی کھلی دلیل ہے اور اس کی ضرورت انہیں اس لیئے پیش آئی کہ انہوں نے یہ طے کر لیا ہوا ہے کہ حدیث خیر القرون کا مفہوم انہوں نے اہل خیر القرون کی پیروی کرنا ہی لینا ہے۔ جس کے بغیر ان کی مطلب برآری ممکن نہیں جبکہ وہ ایک غلط مفروضہ ہے جس کی مع الدلائل مکمل وضاحت حدیث ہذا کی بحث میں کر دی گئی ہے۔ اس سلسلہ کا ان کا ایک کرتب مزید دیکھئے کہ محض مطلب برآری کی غرض سے انہوں نے حدیث پر کس طرح سے ہاتھ صاف کیا ہے اور کتنی چابکدستی سے، اس میں پیوندکاری کی ہے۔ چنانچہ پیش نظر طویل حدیث کی انہوں نے اس طرح سے تلخیص پیش کی ہے۔"

اوصیکم باصحابی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الی ان قال فلیلزم الجماعۃ"

پھر اس کا ترجمہ یوں بنا دیا ہے " ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں پھر تابعین اور پھر تابعین کے بارے میں۔ اس جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا"

اس کے بعد انہوں نے اپنے خصوم کو للکارتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرات صحابہ کرام اور تابعین کی جماعت کو لازم پکڑنے اور اس کو نہ چھوڑنے

کی وصیت اور ضروری حکم فرماتے ہیں اور مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اس میں سنت کا ذکر ہی کہاں"؟ ملاحظہ ہو (راہِ سنت ص۵۳)

حالانکہ فلیلزم الجماعۃ کے جملہ کا تعلق "اوصیکم باصحابی" کے حصہ سے قطعاً نہیں ہے بلکہ "فمن اراد منکم بحبوحۃ الجنۃ" کے الفاظ سے ہے جو اس جملہ سے پہلے متصلاً ہے جسے گکھڑوی صاحب محض مطلب برآری کی غرض سے یہاں صاف اڑا گئے ہیں جس کا واضح قرینہ حرف ف بھی ہے جو "فلیلزم" میں ہے۔ بالفاظ دیگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں کئی امور کی وضاحت فرمائی جن میں سے ایک دور اول کے مسلمانوں کی فضیلت ہے جو اوصیکم باصحابی الخ کے لفظوں میں ہے دوسرے اپنی امت کو ہر دور میں اہل اسلام کی سب سے بڑی جماعت سے وابستہ رہنے کی تلقین ہے جسے فمن اراد الخ کے الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے۔ گکھڑوی صاحب کو جب اپنی بات بنتی نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کی غرض سے حدیث کا درمیان والا حصہ اڑا کر اس کے آخری حصہ کو پہلے حصہ سے ملا دیا جس سے عام قاری کو دھوکہ لگتا ہے کہ یہ بھی شاید اس پہلے حصہ کا جزء ہے۔ اسی لئے ترجمہ بھی انہوں اسی انداز سے کیا ہے۔ پھر خدا کی قدرت دیکھئے اپنی اس کتاب کے ص۴۲ پر انہوں نے حدیث ہذا کو مکمل صورت میں بھی لکھ کر اپنی اس تلبیس اور سینہ زوری کی نشاندہی بھی کردی ہے۔ واللہ علیٰ کل شیئٍ قدیر

واضح رہے کہ اوصیکم باصحابی الخ کا مفہوم صرف اور صرف صحابہ کرام اور دیگر خیر القرون کا ادب واحترام بجا لانے اور ان سے حسن سلوک کرنے کا حکم دینا ہے جیسا کہ حدیث کے دوسرے طرق اس کا واضح قرینہ ہیں جس کی مکمل تفصیل اس حدیث کی بحث میں اپنے مقام پر کردی گئی ہے فمن شاء الاطلاع علیہ فلیرجع الیہ

خیانت:- گکھڑوی صاحب موصوف نے صحیحین وغیرہما کی بدعت مذمومہ کی مذمت میں وارد معروف حدیث مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کا اردو ترجمہ اپنی اس کتاب میں متعدد مقامات پر اس طرح لکھا ہے۔

"جس نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی چیز گھڑی تو وہ مردود ہوگی"

ملاحظہ ہو (راہ سنت ٹائیٹل پیج)

نیز اسی کے ص۳۷ پر یوں ترجمہ کیا ہے۔ "جس کسی نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہوگی"

نیز ص۴۲ پر اس طرح کیا ہے "جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی تو وہ مردود ہوگی"

ان ترجموں میں گکھڑوی صاحب حدیث کے الفاظ ما لیس منه کا ترجمہ صاف اڑا گئے ہیں اور بار بار ایسا کرنے سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے یہ سہواً اور بھول کر نہیں بلکہ عمداً اور جان بوجھ کر کیا ہے جو سخت مجرمانہ خیانت اور حدیث میں شدید تحریف ہے کیونکہ یہی الفاظ اس حدیث کی جان ہیں جن پر اس کے پورے مضمون کا دارومدار ہے کیونکہ انہیں ہی ملا کر اس کا مفہوم و منشا واضح ہو جاتا ہے۔ ان کے بغیر مطلب کیا سے کچھ بن جاتا ہے۔ پوری حدیث کا ترجمہ یوں بنتا ہے کہ "جس کسی نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی ایسی نئی چیز گھڑی جو دین سے نہ ہو تو وہ مردود ہوگی"

جس کا مفاد یہ ہے کہ ہر نئی چیز بدعت شرعیہ نہیں بلکہ نئی چیز کے بدعت شرعیہ ہونے کیلئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ دین سے نہ ہو یعنی مبدل حکم شرعی ہو۔ جبکہ گکھڑوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق مطلقاً ہر نئی چیز بدعت شرعیہ قرار پائی ہے چونکہ اس حوالہ سے ان کا پہلے سے طے کردہ نظریہ ہے اس لیئے انہوں نے حدیث کو بھی اسی پر ڈھالنے کا یہ مذموم اقدام کیا اور حدیث کو تو یکسر بدل ڈالا مگر اپنے نظریہ پر آنچ آنا گوارا نہ کیا۔

؏ خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنًا قلیلًا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون

پھر جب گکھڑوی صاحب کی اس ساری کتاب کی بنیاد ہی ان کے اسی ترجمہ پر ہے تو اس کے غلط ہو جانے سے ان کی اس ساری کتاب کا غلط ہونا لازم آیا۔ (وھوالمقصود)

مذہبی خودکشی:۔ موصوف نے اپنی اس کتاب میں متعدد مقامات پر عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ اور ان کے اکابر پکے حنفی اور سنّی مسلمان ہیں وہابی نہیں ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ جو وہابی ہو وہ مسلمان اور کم از کم یہ کہ سنّی مسلمان نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں :۔

"اکابر علماء دیوبند پکے حنفی اور سنّی مسلمان ہیں ان کو وہابی وغیرہ کہنا سراسر بہتان خالص افترا، اور سفید جھوٹ ہے"۔ ملاحظہ ہو (راہ سنت ٹائیٹل پیج)

نیز اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق اظہار غضب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "انہوں نے ان اکابر کو .... وہابی وہابی کہہ کر عام مسلمان کو ان سے نفرت دلانے کیلئے وہ کوشش کی کہ خدا کی پناہ"۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنت ص۲)

پھر اپنے اسی قلم سے اپنی وہابیت کا ان لفظوں میں اقرار بھی کیا ہے کہ "مفتی صاحب۔ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ فرمائیں کہ وہابی دیوبندی تو خیر بقول شما دشمن ہوئے"، الخ ملاحظہ ہو (راہ سنّت ص۲۸۳)

جو ان کی مذہبی خودکشی کی بدترین مثال ہے۔ کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بقلم خود مسلمان اور کم از کم سنّی حنفی ہرگز نہیں ہیں سچ ہے۔

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کذب بیانی:۔ موصوف کی کذب بیانی کی بطور نمونہ ایک عمدہ مثال یہ بھی ہے کہ انہوں نے انگریز کے دشمنان ازلی اکابر علماء اہلسنّت خصوصًا امام اہلسنّت اعلیٰحضرت رحمہم اللہ

پر یہ سخت جھوٹ بولا ہے کہ وہ معاذاللہ ثم معاذاللہ انگریز کے حامی تھے اور انہیں انگریز نے گکھڑوی صاحب کے اکابر کو کافر و مرتد قرار دینے کیلئے خریدا تھا۔ ملاحظہ ہو (راہ سنّت صک سطر ۱ تا ۹) جو محض اپنا جرم دوسروں کے سر منڈھتے ہوئے ان کی اپنے اکابر کی انگریز نوازی پر پردہ ڈالنے کی مذموم سازش ہے جس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں اور اسکے جھوٹ ہونے کیلئے اتنا بھی کافی ہے کہ انہوں نے اتنا بڑا دعویٰ تو کر دیا ہے مگر وہ اس کے ثبوت میں کوئی ایک بھی صحیح اور معیاری دلیل پیش نہیں کر سکے۔ اور نہ ہی آئندہ پیش کر سکتے ہیں۔ بیشک طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں۔ ع ہمیں گوئی و ہمیں میداں، دیدہ باید

علاوہ ازیں ان کے اس دعویٰ کے جھوٹ اور مضحکہ خیز ہونیکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انگریز کو علماء دیوبند کی ان دین دشمن، ایمان سوز، باطل افروز گستاخانہ عبارات کا باقی رکھنا ہی مفید تھا نہ کہ ان کے خلاف فتوے صادر کرانا کیونکہ وہ عبارات ہی اس کی مؤید تھیں اور ہیں نہ کہ ان کے خلاف دیئے گئے فتوے۔ جبکہ ان عبارات کا ثابت نیز گستاخانہ ہونا بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

اس سب کی مکمل مع ماله وما علیه تفاصیل آئندہ مباحث کے ضمن میں آ رہی ہیں۔ یہاں بقدر ضرورت چند مثالیں پیش کرنی مقصود تھیں جو پیش کر دی ہیں۔ وللہ الحمد۔

لیجئے اب گکھڑوی صاحب کی نام کی راہ سنّت کے بالاستیعاب اور ترکی بہ ترکی جواب کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمّة التحقیق ومنه السداد والیه المرجع والمآب۔

کتاب کے نام کے حوالہ سے گکھڑوی صاحب کا محاسبہ پیش نظر (زیر رد) کتاب کا مکمل نام اس طرح ہے۔ "المنهاج الواضح یعنی راہِ سنّت"۔ جو خود اس کے مؤلف (جناب مولوی سرفراز خان صاحب صفدر گکھڑوی بالقابہ) کا اپنا تجویز کردہ ہے۔ ملاحظہ ہو (اس کا ٹائٹل تیج نمبر ۴)

یہ نام حسب مولف بدعتِ سیّئہ ہے فاقول و باللہ التوفیق۔ یہ نام گکھڑوی صاحب کے خود اسی کتاب میں مقرر کردہ ضابطہ کے مطابق بدعت سیّئہ (اور بالکل وہی بدعت) ہے جس کی تردید میں انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے اپنی یہ کتاب مرتّب کی ہے کیونکہ اپنے عنوان کتاب کے ان الفاظ میں انہوں نے "المنهاج الواضح" کا معنی "راہ سنّت" کیا ہے جیسا کہ ان دونوں کے درمیان یَعْنِیْ کے لائعنی کلمہ سے ظاہر ہے۔ دوسرے لفظوں میں "راہِ سنّت" کیلئے انہوں نے "المنهاج الواضح" کے الفاظ کا انتخاب کیا ہے جبکہ وہ ان کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت نہیں ورنہ وہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث کے مطلوبہ معیار کے حوالہ سے بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنّت کریمہ کیلئے بعینہٖ اور بہ ھیئت کذائیہ یہ لفظ کب اور کہاں استعمال فرمائے تھے؟ ہے حوالہ تو پیش کریں۔ نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہرگز نہیں ہے تو اس سے یہ امر روز روشن کیطرح کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ موصوف نے سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ کیلئے "المنهاج الواضح" کے الفاظ تجویز بلکہ وضع کر کے حسب اصول خود، بدعت سیّئہ کا ارتکاب کیا اور بقلم خود مذموم بدعتی قرار پائے ہیں (وھوالمقصود) جبکہ انہوں نے خود ہی یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ ان کے

نزدیک پیش نظر بحث میں سنّت سے مراد (ان کے اپنے لفظوں میں) "آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول وعمل ہے" ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۱۴۵ مطبوعہ ۱۹۸۱ء)

نیز یہ نظریہ بھی انہی کا ہے کہ ان کے نزدیک ہر وہ دینی امر جو بہ ھیئت کذائیہ بعینہٖ اور ہو بہو صریحاً آپ صلّی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے جیسا کہ ان کی اس کتاب کے دیگر مقامات کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ اس کے باب چہارم سے بھی ظاہر ہے جیسے انہوں نے صرف اپنے اسی عندیّہ کے اثبات کیلئے مختص کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (راہ سنّت ص۱۱۸ تا ص۱۴۵ وغیرھا)

اپنے دام میں خود صیّاد خدا کا کرنا دیکھئے کہ گکھڑوی صاحب نے کمر تو باندھی تھی دوسروں کو بدعتی بنانے کیلئے مگر "چاہ کن راچاہ درپیش" کے پیش نظر گویا اپنا پہلا وار کرتے ہوئے اس کی زد میں آکر ڈھیر ہو گئے وہ خود ہی۔ جس پر "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے" پوری طرح صادق آتا ہے۔ اور شاید اسی جیسے موقع پر کسی نے کہا تھا (اور بہت خوب کہا تھا) کہ

؎ الجھا جو پاؤں یار کا زلف دراز میں   لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

یہ نام جہالت بھی ہے واضح رہے کہ "راہِ سنّت" کے الفاظ "المنھاج الواضح" کا لغوی اور لفظی ترجمہ بھی نہیں ورنہ گکھڑوی صاحب کسی عربی ڈکشنری سے اس کا مطلوبہ معیاری ثبوت پیش کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ سنّت کس لفظ کا ترجمہ ہے، المنہاج یا الواضح؟

پس یہ نام بدعت سیئہ ہونے کے ساتھ ساتھ (کما قدمر) جہالت قبیحہ بھی ہے جو

موصوف ہی کا حصّہ ہے۔

علاوہ ازیں اس کے غلط اور پُر جہالت ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ "المنہاج الواضح"، مرکب توصیفی ہے جبکہ "راہ سنّت" مرکب اضافی ہے پس اگر ثانی الذکر، اوّل الذکر کا ترجمہ ہوتا تو اسے بھی مرکب توصیفی ہونا چاہیئے تھا جبکہ ایسا نہیں ہے فھذا دلیل اٰخر علی ماقلناہ۔

اور اگر وہ کہیں کہ سنّت نبویّہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ کیلئے "المنہاج الواضح" کے الفاظ ان کی جدید اصطلاح ہیں تو ان کا یہ اعتراف جدّت حسب اصول خود ایک بار پھر ان کے اقرار ارتکاب بدعت کی دلیل ہوگا۔ پس اب وہ اپنی غلطی مانیں ان کی مرضی، اپنے بدعتی الخ ہونیکا اعتراف کریں ان کی مرضی ؟

؎ من نہ گویم کہ ایں کن وآں مکن مصلحت بین وکار آساں بکن

راہِ سُنّت کی ترکیب پر مزید تبصرہ | مزید سنیئے۔ راہِ سنّت کی ترکیب، مواد کتاب کے پُر خطر اور مؤلّف کے اپنے اثبات مُدعا میں سخت ناکام ہونیکی جانب بھی واضح اشارہ کرتی ہے کیونکہ یہ مرکّب اضافی ہے (کمامرّ) جبکہ باعتبار اصل اضافت مغایرت کیلئے ہوتی ہے جبکہ اس کے اضافت بیانیہ ہونے کی بھی کوئی تسلّی بخش علمی توجیہہ نہیں ورنہ اضافت بیانیہ والا تکلف بار دسے خالی معنیٰ کر کے دکھائیں جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اس میں "راہ" اور چیز ہے اور سُنّت شئے آخر ہے۔ جیسے راہِ خدا نیز عام بول چال ملتان روڈ، لاہور روڈ وغیرھا ترکیبات میں۔ یا فرض کریں۔ کسی سڑک کا نام گکھڑ وی روڈ ہو تو ان تمام مثالوں میں دونوں جزء، ایک دوسرے سے قطعاً متبائن اور الگ

الگ ہیں۔ پھر ان صورتوں میں ضروری نہیں کہ کوئی راہ چلنے یا کسی روڈ کے اختیار کرنیوالا منزل مقصود کو پہنچ جائے بلکہ راستہ ہی میں رہ جانا یا اس سے ادھر ادھر بھٹک جانا بھی عین ممکن بلکہ بعض اوقات واقع بھی ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ اجنبی ہو اور اسے مطلوبہ معیار کا راہبر بھی میسّر نہ ہو۔ جس سے خوب ظاہر ہے کہ گکھڑوی موصوف نے بھی اس سے اپنے متوسلین کو منزل تک پہونچانے کی بجائے انہیں پُرخطر وادی میں جھونک دیا ہے بلکہ راہبری بھی انہوں نے صحیح طور سے نہیں کی جیساکہ ان کی خودساختہ بے دلیل تعریفِ سنّت وبدعت سے واضح ہے۔ خواہ انہوں نے مغالطہ دہی کی غرض سے عمداً ایسا کیا ہو یا "سنّت" کی تلاش میں جاتے ہوئے وہ راہ بھول گئے ہوں اور "آں خویشتن آتش گم کردہ است کرا رہبری کند" کا ان پر غلبہ ہوگیا ہو۔ اس میں ان کے بھٹک جانے کی مکمّل تفصیل ان کی اس راہ کے باب چہارم کے جائزہ میں آرہی ہے۔ یہاں صرف بقدرِ کفایت چند لفظوں پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ فمن شاء الاطلاع علیہ فلیرجع الیہ۔

گکھڑوی صاحب کے نام کے حوالہ سے ان کا مُحاسبہ

گکھڑوی صاحب موصوف کا مکمّل نام معہ ایڈریس ان کی اس کتاب میں مختلف مقامات پر کئی طرح سے لکھا ہے چنانچہ اس کے ٹائیٹل پیج پر ان کا نام یوں مرقوم ہے "شیخ الحدیث حضرت مولٰنا محمد سرفراز خان صاحب صفدر"۔

نیز ص۱ پر اس طرح ہے :۔ "احقر الناس ابوالزاہد محمد سرفراز"، اسی طرح ص۱ پر بھی ہے البتہ اس میں "احقر الناس" کی بجائے صرف "احقر" کے لفظ ہیں۔ نیز ص۱ پر ہے "ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر (فاضل دیوبند) خطیب جامع گکھڑ شیخ الحدیث وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ"، جبکہ کتاب کے اختتام پر اس طرح لکھا ہے :۔ "احقر العباد

ابوالزاھد محمد سرفراز خان صفدر خطیب جامع گکھڑ و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم جامع مسجد نور الحنفی مذہباً و الحسینی مشرباً ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ ۲۵ جولائی ۱۹۵۷ء یوم الخمیس بوقت عصر .... ملاحظہ ہو (راہِ سنت ص ۳۱۱)

نیز اسی کے ص۳ پر ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق جنوری ۱۹۷۴ء کے لفظ لکھے ہیں۔

اقول خود گکھڑوی صاحب نیز ان کے محترم بزرگان کے مقرر کردہ اصول بدعت کے حوالہ سے ان کا نام مع مذکورہ القاب و آداب نیز نسبتیں سب مذموم بدعات بلکہ بعض الفاظ ان کے حسب اصول شرک بھی ہیں۔ مثلاً انکے نام کے ساتھ دیگر کے علاوہ "مولٰنا" کے لفظ بھی لکھے ہیں جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک دعا کے تعلیم فرماتے ہوئے انہیں فرمایا ہے کہ وہ اسے کہیں " اَنْتَ مَوْلٰنَا " اے اللہ مَوْلٰنا تو ہی ہے ملاحظہ ہو (پ۳ البقرہ آخری آیت)

جبکہ ان کے عقیدہ کے مطابق جو لفظ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کیلئے وارد ہو اسے مخلوق کو بولنا بھی شرک (اور کم از کم ایہام شرک ضرور) ہے جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ وہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں حاضر و ناظر نیز مختار کل وغیرہ کے الفاظ کو اس لیئے شرک کہتے ہیں کہ ان کے ہاں یہ لفظ اللہ کیلئے ہیں جو محتاج دلیل نہیں کہ ان کے ہر شخص کی زبان پر اس کی برابر کی رَٹ ہے پس گکھڑوی صاحب خود کو "مولٰنا" کہہ یا کہلا کر اپنے ہی فتوے کی رو سے شرک اکبر کے مرتکب ہو کر بقلم خود مشرک قرار پائے جسے خدا کے غضب کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک)

گکھڑوی صاحب نے "والحسینی مشرباً" بھی لکھا ہے جیسا کہ ان کی منقولہ بالا عبارتوں

میں مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سلسلۂ بیعت بھی رکھتے ہیں اور وہ غالباً خود مولوی حسین علی واں بھچروی سے یا ان کی لڑی میں بیعت ہیں جس کی رو سے اپنے حسب نظریہ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰه" کی زد میں آکر وہی کچھ قرار پائے جو وہ حضور سیّدنا غوث اعظم اور حضور خواجہ اجمیری اور دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ اجمعین کی پاک نسبتوں کے بارے میں کہا کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں ہند میں ان کے مذہب کے معلّم اوّل مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب مؤلف تقویۃ الایمان (جنہیں موصوف نے اپنا پیشوا مانتے ہوئے اپنی کتاب "عبارات اکابر" میں بہت تحفّظ فراہم کیا ہے۔) انہوں نے ایسی نسبتوں کو بدعت قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے موصوف مطابق نظریۂ خود مشرک ہونے کیساتھ ساتھ حسبِ فتویٰ امام خود بدعتی بھی ٹھہرے چنانچہ دہلوی صاحب مذکور نے اس بارے میں لکھا ہے:..... "ہر فرقے کی جدی جدی نئی نئی بدعتیں علیحدہ علیحدہ وضع کی ہوتی ہیں (الیٰ) مثلاً (الیٰ) کسی نے آپ کو چشتی مقرر کیا کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی کسی نے رفاعی ٹھہرا لیا" اھ ملخّصاً بلفظہٖ ملاحظہ ہو (تذکیر الاخوان مشمولہ تقویۃ الایمان ص۶۵ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی)

نیز اس سے کچھ پہلے (ص۶۴ پر دوزخی فرقوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:...... "پھر ان میں کوئی قادری کوئی نقشبندی، کوئی چشتی ہے "اس کے بعد ان پر "رُوسیاہ"، "بدعتی، مستحق عذاب اور منکر قرآن ہونیکا حکم بھی لگایا گیا ہے جس کے نشانہ پر سب سے زیادہ خود گکھڑوی صاحب آرہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

ع: جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔

نیز ؎ من از کسے ہرگز نہ نالم کہ ہر چہ کرد بہ من آشنا کرد

اور اگر گکھڑوی صاحب کے منقولہ بالا القاب و آداب مع نام وغیرہ ان کے ضابطہ کے مطابق بدعت نہیں ہیں تو وہ قرآن و حدیث کے صحیح معیاری ثبوت سے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صریح اجازت کب اور کہاں عطائی فرمائی ہے اور کہاں فرمایا ہے کہ ابو الزاھد کنیت رکھو، سرفراز نام تجویز کرو، خان کہلواؤ، صفدر کا تخلص اختیار کرو، نیز شیخ الحدیث اور حضرت کا لیبل بھی لگاؤ، مدرس یا صدر مدرس کے عہدوں کے حوالے دو۔ جامع مسجد کے خطیب کے عنوان سے خود کو معنون کرو۔ اپنی مسجد کا نام "نور" اور مدرسہ کا نام نصرۃ العلوم منتخب کرو؟؟؟

یا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پاک سے اس کا مطلوبہ معیاری ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہے اور اس کا کوئی ایک حوالہ دکھایا جا سکتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی کنیت ابو الزاھد، نام سرفراز، تخلص صفدر رکھا یا خود کو شیخ الحدیث و خطیب مسجد نبوی کے عنوان سے یاد فرمایا ہو (وغیرہ) علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب نے جو اختتام پر انگریزی سن کے حوالہ سے ماہ و تاریخ لکھی ہیں سنت سے ان کا ثبوت کیا ہے؟

واضح رہے کہ اس کیلئے قرآن و حدیث کے محض مختلف مقامات سے متفرق اجزاء کا نقل کر دینا کافی نہیں ہوگا بلکہ حسب دعویٰ و ضابطہ خود ھیئت ترکیبی کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ چنانچہ گکھڑوی صاحب نے اپنے اس ضابطہ کیلئے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگرچہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ

محبوب ترین ذکر ہے لیکن اس کا یہ خاص طرز وطریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام کا بتایا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے لہذا یہ بدعت ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی، بدعت عظمیٰ بھی ہے اور بدعت ظلماء بھی اھ۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۱۲۴)

پس اپنا یہ اصول ملحوظ خاطر ہے ورنہ یہ "دیگراں رانصیحت وخود رافضیت کا آئینہ دار ہوگا۔

احقریّت مؤلّف پر ان سے ایک اہم سؤال

گکھڑوی صاحب نے خود کو احقر احقر النّاس اور احقر العباد کے لفظوں سے بھی یاد کیا ہے جیسا کہ ان کی منقولہ بالا عبارات سے ظاہر ہے جس کے معنیٰ ہیں "ظاہر و باطن کے اعتبار سے تمام انسانوں بلکہ تمام افراد خلق سے بہت حقیر اور بدصورت"، (کما لا یخفیٰ علیٰ واحد من اہل العلم)

پس بہتر ہوگا کہ اس کی وضاحت خود گکھڑوی صاحب سے کرالی جائے کہ اگر ان کے یہ لفظ بیانِ حقیقت، مطابق واقعہ حقیقت پر مبنی ہیں تو وہ کیونکر اور اس کی نوعیّت کیا ہے؟ اور اگر خلاف واقعہ ہیں تو اس حوالہ سے ان پر جو کذب بیانی کا الزام عائد ہو رہا ہے ان کی طرف سے اس کا دفعیہ کیونکر ہوگا؟ جبکہ اسے تواضع پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ اپنی بعض دیگر تالیفات میں اس قسم کی روش کو جھوٹ پر محمول کرتے نظر آتے ہیں۔ (وللتفصیل موضع اٰخر) جلد ارشاد فرمائیں تاکہ ان کے "ارشادات"، کو انہیں کے ارشادات کے جواب کے طور پر زینت قرطاس بنایا جاسکے۔

ع ۔ جلا کر راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

ترک تسمیہ وتحمید کی بدعت کا ارتکاب

صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو گھڑوی صاحب کے "مزاج شریف" سے جوڑ نہیں کھاتا تھا اس لیے وہ اسے چھوڑ گئے" مگر غضب کی بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے موحدیت کے بلند بانگ دعویٰ کے باوجود اپنی اس کتاب مستطاب کے آغاز میں نہ تو تسمیہ لکھی ہے اور نہ ہی اس کے شروع میں الفاظ حمد تحریر کیے ہیں جو ان کے اپنے اصول واقوال کی رو سے ان کی ایک اور بدعت مذمومہ ہے کیونکہ کئی احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں ہر مہتم بالشان امر کی ابتداً میں تسمیہ، حمد اور صلوٰۃ کے لانے کے مطلوب شرع ہونیکا بیان ہے (حیث ورد عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم وفی روایۃ بالحمد للہ ثم فی ثنتین اقطع رواہ الرھاوی فی الاربعین وابن ماجہ فی السنن والبیہقی ایضًا فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ وفی لفظ مع الزیادہ کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ بحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ فھوا قطع ابتر ممحوق من کل برکۃ رواہ الرھاوی فیہ عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاحظ ابی مع الصغیر للامام السیوطی رحمہ اللہ جس سے موصوف کو انکار نہیں ہو سکتا جبکہ ابھی گذشتہ سطور میں خود ان کی اس (زیر رد) کتاب کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ سنت خود ان کے لفظوں میں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کا نام ہے"، پس یا تو انہیں پہلے ہی سے اس امر کا احساس ہو گیا تھا کہ ان کی یہ کتاب بدعت سیئہ ہونے کی بناء پر سرے سے کل امر ذی بال سے خارج اور امر ذی بال ہے اسلئے وہ اس لائق ہی نہیں بلکہ قطعاً ناجائز ہے کہ اس کے شروع میں تسمیہ وحمد کو لایا جائے کہ حسب تصریح ائمہ دین،

حرام چیز کو سراستے ہوئے اس پر بسم اللہ یا الحمد للہ جیسے متبرک کلمات کالانا بذات خود حرام ہے (کما لا یخفی علیٰ کل من لہ ادنیٰ المام بفتیاھم)۔ یا پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات مبارکہ کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے حسب ضابطہ خود ترک سنّت کا ارتکاب فرمایا اور بقلم خود بدعتی قرار پائے ہیں۔ تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی انہوں نے اپنی اس کتاب کو "نہند برعکس نام زنگی کافور" راہِ سنّت کا نام دیا ہے جس پر

؎ خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیئے ؟ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے ؟

موصوف یہاں یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب کے باب اوّل کے آغاز میں تسمیہ وحمد لکھ کر اس سے سبکدوشی حاصل کر لی ہے کیونکہ اوّلاً: یہ کتاب باب اوّل سے شروع نہیں ہوئی بلکہ اس سے قبل اس کا ٹائیٹل، فہرست مضامین اور عرض حال کے عنوان سے دیباچہ نیز پیش نظر نسخہ میں" دیباچہ طبع نہم" کے عنوانات کتاب کے مستقل حصّہ ہونیکی حیثیت سے موجود ہیں۔ جن میں سے کسی کے شروع میں بھی تسمیہ وحمد ندارد ہے۔

ثانیاً باب اوّل کے آغاز میں بھی صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لایا گیا ہے۔

ثالثاً پھر وہ اس کے ہر باب کے شروع میں تسمیہ وحمد کو کیوں نہیں لائے، آخر اس سے مانع شرعی کیا تھا؟

رابعاً اس سب سے قطع نظر، باب اوّل کے شروع میں تسمیہ وحمد کے جو کلمات انہوں نے جس ھیئت ترکیبیہ سے لکھے ہیں وہ ان کے اپنے اصول کے مطابق بذات خود بدعت

سیّئہ ہیں کیونکہ وہ اسی سیٹنگ کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صریحاً ثابت نہیں جو گکھڑوی صاحب کے نزدیک بدعت مذمومہ ہونیکی علامت ہے (وقد مر بعضہ وسیاتی مابقی فی موضعہ مفصلاً)

نیز گکھڑوی صاحب یہاں یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ "عرض حال" کا عنوان انہوں نے تکمیل کتاب کے بعد لکھا تھا جیسا کہ اس کے آخر نیز کتاب کے اختتام میں درج تاریخوں سے ظاہر ہے کیونکہ اوّلاً: یہ سوال ہوگا کہ وہ اسے کتاب کے آخر ہی میں رکھ دیتے؟ یا کیا اسے اوّل میں رکھنے کی شریعت مطہرہ سے کوئی پابندی تھی؟

ثانیاً: یہ ان کی طرف سے اس جرم کا اعتراف ہوگا کہ انہوں نے تسمیہ وحمد کو اس کے ٹائیٹل وغیرہ پر نہ لاکر واقعی سنّت کی خلاف ورزی کر کے فی الواقع بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔ ثالثاً:۔ جبکہ "عرض حال" کا مستقل عنوان بذات خود اس کا متقاضی تھا کہ اس کے شروع میں تسمیہ وحمد کو لایا جاتا جو موصوف کا ایک اور مستقل جرم ہے۔

اگر وہ یہ کہیں کہ زبانی طور پر تسمیہ وتحمید سے بھی اس کی بجا آوری ہو جاتی ہے جو انہوں نے کر لی تھی؟ تو اوّلاً:۔ وہ حلفیہ بیان دیں کہ انہوں نے واقعی باللسان اس کا آغاز کر لیا تھا۔ کیونکہ ابھی وہ زندہ ہیں جنہیں صفائی دینے یا پھر معذرت کر لینے کا (جو اگرچہ بہت مشکل ہوگا) موقع ہے۔ ثانیاً:۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی صریحاً دکھانا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء بالتسمیہ والتحمید کی دو قسمیں (باللسان وبالتحریر) فرما کر ان میں سے ہر ایک کا واضح اختیار مرحمت فرمایا تھا۔ ورنہ یہ موصوف کا دعویٰ خاص اور دلیل عام کا اقدام ہوگا جو ان کے نزدیک درست نہیں

چنانچہ انہوں نے لکھا ہے :۔ ..... "احکام عامہ سے امور خاصہ کا اثبات ہرگز صحیح نہیں ہے تاوقتیکہ ان کی تخصیص کیلئے کوئی الگ اور مستقل خاص دلیل موجود نہ ہو کیونکہ شریعت کی کسی عام دلیل کو اپنی مرضی سے خاص کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ مطلق کو اس طرح مقید کردینا اور عمومات کو اس طرح سے خصوص کے قالب میں ڈھال دینا، یہی احداث فی الدین اور منصب تشریع پر دست اندازی ہے" اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۱۳۳)

نیز اہلسنّت پر دانت پیستے ہوئے انہوں نے مزید لکھا ہے :۔ "الغرض اہل بدعت کی یہی اصولی غلطی ہے کہ وہ احکام عامہ سے امور خاصہ ثابت کرنیکی بے جا سعی کرتے ہیں" اھ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۱۳۵)

پس وہ یا تو حسب ضابطہ خود اس تخصیص کو ثابت کریں ورنہ اپنے بدعتی ہونے کے جرم کا اقرار کرتے ہوئے اس سے پہلی فرصت میں توبہ تائب ہو جائیں۔

ثالثاً :۔ یا کم از کم وہ یہ دکھادیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی تحریری صورت میں دینی تلقین فرماتے ہوئے تسمیہ وتحمید کو باللسان ادا فرمایا ہو جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے چنانچہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی مدنی زندگی مبارک کے آخری حصہ پاک میں مختلف ممالک کے حکمرانوں اور والیان ریاست کو تحریراً اسلام کے بارے میں جو تلقینات فرماتے ہوئے انہیں دعوت اسلام دی ان کے آغاز میں آپ نے پوری بسم اللہ لکھوائی جو اپنے مقام پر تمام کتب سیر وتواریخ اور کتب حدیث میں موجود ہے جس سے گکھڑوی صاحب کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو صحیح بخاری میں اس مکتوب گرامی کے بارے میں جو آپ نے بادشاہ روم ہرقل کے نام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا :۔ "فقرأہ فاذا فیہ بسم اللہ الرحمٰن

الرحیم، من محمد عبد اللہ و رسولہ" الخ یعنی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارکہ کو کھول کر پڑھا تو اس میں سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد تھا کہ یہ تحریری تلقین اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری عربی جلد اوّل ص۵ طبع اصح المطابع۔ طابع خلیفہ تھانوی مولوی نور محمد کراچوی)۔

اور اگر موصوف یہ فرمائیں کہ مکتوب اور کتاب میں فرق ہے مذکورہ تفصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات شریفہ سے ہی متعلق ہے جبکہ آپ علیہ السلام نے کوئی کتاب خصوصاً بدعت کے موضوع پر لکھوائی ہی نہیں تھی؟ تو یہ ان کا عذر گناہ بدتر از گناہ نیز اس امر کا واضح اعتراف ہوگا کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر یقیناً وہ کام کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً نہیں کیا تھا۔ اور اس کو ان کی لغت اور خاص بولی میں بدعت کہا جاتا ہے تو یہ ان کے بقلم خود بدعتی ہونے پر ان کی اقراری ڈگری ہوگی۔ اس سلسلہ میں وہ جو خود کہنا چاہیں کہیں کیونکہ ع :۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

کامل و اکمل بدعتی

گکھڑوی صاحب موصوف نے بدعتی ہونیکی صورت بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے "جس طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو کرنا سنت ہے اسی طرح کسی کام کو چھوڑنا بھی سنت ہے۔ لہذا آپ کے ترک فعل کی اتباع بھی سنت ہے اور اس کی مخالفت بدعت ہے ملاحظہ ہو (راہ سنت ص۹۲)

نیز اسی کے (ص۹۳) میں لکھا ہے :۔..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو

نہ کرنا ایسا ہی سنت ہے جیسا کہ آپ کا کسی کام کو کرنا سنت ہے اور جو شخص آپ کی اس سنت پر عمل نہیں کرتا وہ محدثین کرام کی تصریح کے مطابق بدعتی ہوگا۔ اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں" اھ بلفظہٖ

جس سے معلوم ہوا کہ گکھڑوی صاحب موصوف بقلم خود چھوٹے موٹے بدعتی نہیں بلکہ ماشاءاللہ انہیں کمال کا یہ شرف حاصل ہے اور وہ انتہائی درجہ کے ہائی قسم کے کامل و اکمل بدعتی ہیں کیونکہ انہوں نے سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا نام از خود "المنہاج الواضح" تجویز کر کے نیز تسمیہ و تحمید کی سنت کو چھوڑ کر، فعلاً و ترکاً دونوں طرح سے بدعت کو اپنایا اور دونوں طرفوں سے علی الوجہ الاتم وافر مقدار میں پورا پورا حظ حاصل فرما کر یہ مقام عالی اور رتبہ عظیمہ پایا ہے۔ ہمارے بارے میں از راہ زیادتی بدعتی اور اہل بدعت کے الفاظ استعمال کر کے وہ یہ کہہ رہے تھے کہ "اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں" (کما مر)

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ حسب اصول خود اپنا جرم بدعت ثابت ہو جانے کے بعد یہ "ٹھیکیدار ملت" وہ خود اپنے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں لیکن ہم پیشگی کہے دیتے ہیں کہ دہرا معیار قائم کرتے ہوئے کبھی اعتراف جرم نہیں کریں گے۔ اس پر اظہار ندامت پھر اس سے رجوع کرنا تو بعد کے مراحل ہیں کہ جس پاکباز اور نیک دل طبقہ کے وہ عظیم سپوت ہیں جو فطرۃً کچھ ایسے ہی مزاج کا حامل واقع ہوا ہے۔ بے شک تجربہ کر لیں۔

محاسبہ دیباجہ "دیباجہ طبع نہم" کے زیر عنوان گکھڑوی صاحب نے محض اپنی اس کتاب کی خود ساختہ اہمیت کے جتانے اور اس کی مانگ بڑھانے کی غرض

سے اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے اور اس کی خوب قصیدہ خوانی کی ہے نیز اس پر اپنے عوام بلکہ جہلا کے یقین و اعتماد میں اضافہ کرنے کے قصد سے خود ستائی کی حد کر دی ہے جو نہ تو ہمیں کچھ مضر ہے اور نہ ہی انہیں کچھ مفید ہے کہ اس کی حیثیت دھوکہ منڈھی کے اراکین کی طرز پر "اپنے منہ میاں مٹھو" بننے سے زیادہ نہیں جو قطعاً مبالغہ آمیزی پر مبنی ہے۔ باقی اس سلسلہ میں انہوں نے جو بقول خود اس کی تعریف میں کئی اطراف و اکناف سے بیسیوں خطوط" کے موصول ہونے کا ذکر کیا ہے؟ پہلے تو یہ ان کا اپنا بیان ہے، نامعلوم اس میں کتنی صداقت ہے۔ پھر ایسا ہو سہی تو وہ ان کے جی حضوریوں کے تأثرات ہی ہیں جو "پیر نمے پرد مریدے پرانند" کے قبیل سے ہیں۔

اس سے بھی قطع نظر جب اس کا علم و تحقیق کے صحیح معیار سے ساقط الاعتبار ہونا ایک حقیقت ثابتہ ہے جس کی چند جھلکیاں گذشتہ سطور میں آچکی ہیں اور سنکڑوں ناقابل تردید مثالیں آئندہ صفحات میں بھی آرہی ہیں تو "عیاں را چہ بیاں"، اور جس کے دانت دیکھے ہوں اس کا جنم کیا دیکھنا"، کے پیش نظر اس کے ان من گھڑت فضائل کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ الغرض ان کا یہ عنوان محض تناجش کتاب پر مبنی ہے اور اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو جواب طلب ہو یا جس کے ہم جوابدہ ہوں البتہ گکھڑوی صاحب نے اس میں اپنے مقرظین کی مبنی بر مبالغہ توثیق کرتے ہوئے یہ لکھ کر "دنیا بھر میں اپنی نوعیت کے واحد ادارہ اور اسلامی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند کے حضرت مہتمم صاحب دام مجدھم اور جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم اور اسلامی یونیورسٹی بہاول پور کے شیخ التفسیر صاحب دامت معالیہم کی تصدیقات نے اس کتاب کو مزید مبرھن اور مدلل کر دیا اور اس کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے" الخ (ملاحظہ ہو راہ سنت ۵ ص)

(اس سے موصوف نے) خود کو اس امر کا پابند کر دیا ہے کہ ان کے ان مذکورہ ممدوحین کی تحریریں ان پر حجت قاطعہ ہونگی جنہیں ہم انشاءاللہ مذکورین کی تالیفات سے حسب موقعہ وعند الضرورت پیش کر کے موصوف سے ان کا جواب لیں گے۔

ہاں! اسمقام پر گکھڑوی صاحب نے ایک بات بڑی پتے کی لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ "ورنہ من آنم کہ من دانم" ملاحظہ ہو (راہ سنت ص۲) جو ضرور لائق لحاظ ہے کیونکہ اس میں انہوں نے دبی زبان میں اپنے اصل علمی مقام اور اپنی حقیقی تحقیقی پوزیشن کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔

یاد رہے کہ گکھڑوی صاحب نے اپنی منقولہ بالا اس عبارت میں اپنے جن علماء کے القاب وآداب پر اکتفاء کرتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے اور تعظیماً ان کے نام یہاں نہیں لیئے بالترتیب ان سے ان کی مراد ان کے یہ حضرات ہیں، قاری محمد طیب صاحب، مولوی مہدی حسن صاحب صدر مفتی دیوبند اور مولوی شمس الحق افغانی صاحب۔ جیسا کہ انکی اسی کتاب کے اگلے صفحات سے ظاہر ہے۔ ملاحظہ ہو (صب، صج)

التنقیدات علی التصدیقات

"دیباچہ طبع نہم" کے زیر عنوان اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے اپنی اس کتاب کی تعریف کے پل باندھنے کے بعد گکھڑوی صاحب نے "تصدیقات اکابرین علماء دیوبند" کا عنوان دیکر مزید اپنی دکانداری کے چمکانے کی غرض سے اپنے ہی ہم مسلک تین فرزندان دیوبند سے بھی اس کی خوب قصیدہ خوانی کرائی ہے جن کا فرداً، فرداً محاسبہ حسب ذیل ہے۔

مہتمم مدرسہ دیوبند کی تصدیق کے حوالہ سے محاسبہ | چنانچہ ان میں سے پہلی تصدیق (و تقریظ) اس وقت کے مہتمم مدرسہ دیوبند صاحب کی ہے جن کا نام گکھڑوی صاحب نے معہ القاب و آداب یوں لکھا ہے :۔ ..... "فخر الاماثل حضرت مولٰنا الحاج القاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند"، ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صب)

جس پر کلام سے قبل اپنے قارئین کو اس طرف متوجہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گکھڑوی صاحب موصوف نے اپنے مصدّق مذکور کے بارے میں مذکورہ الفاظ لکھ کر خود اپنے ہی مقرر کردہ معیارِ شرک و بدعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کئی بدعات کے ساتھ ساتھ شرک کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قاری صاحب موصوف کو "مولٰنا" کہہ کر حسب ضابطہ خود شرک اکبر کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ یہ لفظ قرآن مجید میں اللہ کے لیے وارد ہوا ہے بلکہ اللہ نے اپنی مخلوق سے مطالبہ فرمایا ہے کہ یہ لفظ اسی کیلئے بولتے ہوئے اس کی بارگاہ میں یوں عرض کیا جائے کہ اَنْتَ مَولٰنَا یعنی اے اللہ مولٰنا، تو ہی ہے۔ (ملاحظہ ہو (پ۳ البقرہ آخری آیت)

جبکہ موصوف کے تقویتہ الایمانی نظریہ کی رو سے اللہ کیلئے مولٰنا بولا جانے والا ایسا لفظ مخلوق کیلئے بولنا مطلقاً شرک ہے (جیساکہ اس کی مکمل تفصیل گذشتہ سطور میں "مؤلف کے نام کے حوالہ سے ان کا محاسبہ" کے زیرِ عنوان گذر چکی ہے، اسے ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے اعادہ کی حاجت نہیں)

اسی طرح ان کا انہیں فخر الاماثل، حضرت، الحاج، القاری، صاحب، دامت برکاتہم اور مہتمم دارالعلوم کہنا ان کے حسب اصول سب بدعات شنیعہ ہیں ورنہ وہ

اپنے اصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے۔ انہیں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت کریں۔ نیز حسب بالا یہ واضح کرنا بھی ان کے ذمہ ہے کہ بہ حیثیت ترکیبیہ "محمد طیب" نام کا ان کے مقرر کردہ معیار کے مطابق ثبوت کیا ہے یعنی بحیثیت مجموعی یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یا ہے؟ نیز صحیح حدیث میں طیّبؒ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے وارد ہے پس ان کے ضابطہ کے مطابق یہ نام بدعیّہ ہونے کے ساتھ ساتھ شرکیہ بھی ہوا۔ پس وہ کیونکر اس کا دفعیہ کریں گے؟

علاوہ ازیں کتاب پر کسی کی تصدیق وتقریظ لینا بھی گکھڑوی اصول کے مطابق بذات خود ایک مستقل بدعت ہے پس اس کا ثبوت بھی گکھڑوی صاحب کے ذمہ ہمارا ایک اور واجب الادا قرض ہے۔

ارتکاب بدعات پر محاسبہ مقرّظ صاحب مذکور نے بھی "واضح" طور پر اپنے سپوت (مستقرظ سلمہ) کی "منہاج" اور روش کو برقرار بلکہ جاری رکھتے ہوئے اپنی اس تقریظ کا آغاز واختتام، ارتکاب بدعات کے کارنامہ سے کیا ہے چنانچہ انہوں نے اس کے آغاز میں یہ الفاظ لکھے ہیں:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ" (ھ۔ ملاحظہ ہو (راہ سنّت صـ ب) جبکہ اختتام پر لکھا ہے انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وباللہ التوفیق اھ ملاحظہ ہو (راہ سنت صـ ب)

اقول موصوف تو اس وقت اس جہاں میں نہیں ہیں۔ ہوتے تو ہم انہی سے پوچھتے اب گکھڑوی صاحب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کریمہ صریحہ سے ان کے اس خطبہ واختتامیہ کو حسب اصول خود ثابت کرنے کے پابند ہیں جبکہ انہوں نے "دیباچہ طبع نہم" میں اس کی ذمہ داری بھی قبول کی تھی (کما مر)

شاہ ولی اللہ صاحب کے ہم عقیدہ ہونیکے دعوی کا محاسبہ | مقرظ صاحب نے اپنے ان تصدیقی کلمات کے ضمن میں یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ وہ اور ان کے اکابر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ کی تعلیمات کے وارث امین اور مروّج ہیں چنانچہ ان کے لفظ ہیں "ان کے بعد جب ولی کی علمی مرکزیت ختم ہوکر دیوبند کی طرف منتقل ہوئی تو بانیان دارالعلوم دیوبند کے ہاتھوں علم وجہاد کے روپ میں آگے بڑھی الخ"۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۵۵)

اقول | یہ ان کا بے بنیاد دعویٰ ہے جس کے خلاف واقعہ ہونیکی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ موصوف نے اس کی نوعیت بیان کرتے ہوئے اس کی مطلوبہ معیار کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی ان کے ہمنوا اسے پیش کرسکتے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ بانیان دیوبند کو مؤلف تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کی تعلیمات ورثے میں ملی تھیں اور وہ انہی کے وارث وامین ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزند جلیل حضرت شاہ عبدالعزیز (قدس سرہما) کے ہرگز نہیں۔ مؤلف تقویۃ الایمان ابن شاہ عبدالغنی حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے پوتے تھے جنہوں نے اپنے خاندانی عقیدہ و مذہب کو چھوڑ کر وہابیت اختیار کر لی تھی جو آگے جاکر برصغیر میں وہابیہ کے معلّم اوّل مانے گئے (مکمل تفصیل آئندہ صفحات میں خصوصاً گکھڑوی صاحب کے "عرض حال" کے عنوان کے جواب میں آرہی ہے (فمن شاء الاطلاع علیہ فلیرجع الیہ)

ضعیف حدیث سے استدلال پر محاسبہ | مقرظ موصوف نے اپنے ایک دعویٰ کی دلیل کے طور پر ایک طویل حدیث کے یہ الفاظ پیش کئے ہیں:-..... فیہ نبأما قبلکم وخبر مابعدکم وحکم ما بینکم"، ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۲۱)

اقول | اس کے متعلق امام ترمذی نے فرمایا "ھذا حدیث اسنادہ مجھول وفی الحارث مقال"

یعنی اس کی سند مجہول اور اس کا راوی حارث الاعور متکلم فیہ ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوۃ المصابیح صـ۱۸۶ کتاب فضائل القرآن طبع دہلی)

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ان کی پیش کردہ یہ حدیث ضعیف ہے جبکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ "یہ کہہ دینا کہ فضائل اعمال میں ہر قسم کی حدیث غیر مشروط طور پر حجت ہوتی قطعاً غلط ہے" اور فضائل اعمال میں ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنت صـ۲۴۰، صـ۲۴۳)

نیز اسی کے صـ۲۴۴ میں انگوٹھے چومنے کی ایک روایت پر بعینہ پیش نظر روایت جیسا کلام نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں اور سند بھی منقطع ہے تو اس ضعیف روایت سے دین کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے؟" اھ۔

مگر اس کے باوجود اپنی باری میں وہ سب کچھ بڑی آسانی سے گوارا کر لیا گیا ہے جس پر دانت پیستے ہوئے وہ خود ہی اسے سراسر منافیٔ دین قرار دے چکے ہیں۔

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے؟

باقی جن شرائط قبول کی جانب عبارات منقولہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پیش نظر روایت کے اس معیار پر پورا ہونے کو ثابت کرنا انہی کی ذمہ داری ہے۔

تلبیس اور بدزبانی کا محاسبہ | یہاں مقرظ صاحب نے اہل سنّت کو نیچا دکھانے کی غرض سے یہ بھی کہا ہے کہ "ان کی حجت و برہان ہی زبان کی گالی اور ہاتھوں کی درازدستی

ہے" اور اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان کی زبانیں متین، کلام مہذّب لب ولہجہ صادق اور انداز حلم و انا رة کا ہے" ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۹، ص۱)

مگر اس کے فوراً بعد ہی اہلسنّت کے بارے میں بد تہذیبی، ناشائستگی، جہالت اور خرافات کے لفظ بول دیئے ہیں۔ اردو ڈکشنریز میں خرافات کا معنیٰ بکواسات وغیرہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو (فیروز اللغات اردو، وغیرہ)۔ جس سے ان کی واقعی متانت تہذیب، شائستگی، شستہ زبانی اور صادق لب ولہجہ کا پتہ چلتا ہے۔

ع:۔ خود ہی قتل کرے ہے خود ہی لے ثواب الٹا

ولاحول ولاقوة الا باللّٰہ العلی العظیم

اقرار علم غیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقرظ موصوف، اپنی اس تقریظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد علم غیب کا اقرار بھی کر گئے ہیں جس سے امام اہلسنّت اعلیٰحضرت رحمہ اللہ کی ان پر علمی دھاک کا پتہ چلتا ہے چنانچہ اس حقیقت کو ڈنکے کی چوٹ پر تسلیم کرتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ سو سال بعد رونما ہونیوالے فتنات کا پہلے سے علم تھا۔ لکھا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشن گوئی اہل بدعات کے حق میں سر کی آنکھوں سے مشاہدہ میں آرہی ہے" اھ ... ملاحظہ ہو (راہ سنّت ص۹)

سبحان اللہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"..... باقی جنہیں وہ اہل بدعات کہہ کر اپنا جرم چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں خیر سے اس کے مصداق وہ خود ہی ہیں۔

(کما سیاتی تفصیلہ)

گکھڑوی معیار بدعت کا قلع قمع

پھر موضوع کتاب کے پیشِ نظر انہوں نے جو تقریظ گکھڑوی صاحب کو عنایت فرمائی ہے اس کے تو کہنے ہی کیا ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ چند لفظوں میں انہوں نے موصوف کی پوری راہ سنت کا ملیا میٹ اور کباڑا کر کے رکھ دیا ہے جس کے بعد اس کے جواب میں کچھ نہ بھی لکھا جائے تو اس کیلئے ان کے وہی چند لفظ بھی کفایت کریں گے۔ کچھ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ گکھڑوی صاحب کے نزدیک بدعت سیّئہ کا مصداق کسی چیز کی ھیئت ترکیبی ہے جو بعینہٖ، ہو بہو اور صریحاً قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو جبکہ اہلسنّت کے ہاں بدعت سیّئہ کسی امر کی شرعی حیثیت کو بدل کر اسے شریعت سمجھنے کا نام ہے گکھڑوی صاحب کے مقرظ موصوف نے نہ صرف یہ کہ اہلسنّت کے موقف کے مطابق لکھا ہے بلکہ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر مبنی ہونا بھی نہایت غیر مبہم طریقہ سے مان لیا ہے چنانچہ انہوں نے اس بحث میں مسند احمد کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کر کے اس کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے "ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة۔

کسی بھی قوم نے کوئی بدعت (دین میں) ایجاد نہیں کی کہ اس کی مثل سنّت اس قوم سے اٹھا نہ لی گئی ہو۔ پس سنّت کو تھامے رہنے ہی میں خیر ہے۔ بہ نسبت نئی نئی بدعات نکالنے کے،، اھ بلفظہٖ۔

ملاحظہ ہو :- (راہ سنّت ص۸) نیز اسی کی مانند ایک حدیث ص۹ پر بھی نقل کی ہے۔

مقرظ صاحب نے اس میں واضح طور پر مان لیا ہے کہ بدعت کی مرکزی صفت

یہ ہے کہ وہ رافع سنّت ہو جو کسی امر کی شرعی حیثیت کے بدلنے ہی سے متصوّر ہو سکتی ہے لا غیر جو بعینہٖ اہلسنّت کا مُوقف ہے۔ پھر وہ اس سے رجوع بھی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اس کا حدیث نبوی علیٰ صاحبہ السلام پر مبنی ہونا مان چکے ہیں۔ ہاں سرے سے حدیث کا انکار کر کے کلمہ ہی چھوڑ دیں۔ تو کچھ بعید نہیں۔

تصدیق (۲) از صدر مفتی دیوبند کا محاسبہ راہ سنّت کے دوسرے مصدّق مدرسہ دیوبند کے ایک صدر مفتی صاحب ہیں جن کا نام معہ القاب والقاب گکھڑوی صاحب نے یوں لکھا ہے" حضرت مولٰنا السیّد مہدی حسن صاحب دامت فیوضہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند" ملاحظہ ہو (راہ سنّت صے)

اقُول:۔ اس میں بھی گکھڑوی صاحب نے تصدیق نمبرا پر کلام کے ضمن میں مذکور تفصیل کے مطابق متعدد بدعات و شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ جیسے گکھڑوی صاحب کا انہیں حضرت صاحب، صدر مفتی دارالعلوم، قومیت کو ظاہر کرنے کی غرض سے ان کے نام کے ساتھ، السیّد نیز دعائیہ جملہ دامت فیوضہم لکھنا وغیرہ سب ایسے امور ہیں جو گکھڑوی صاحب کے طور پر بدعت سیّئہ ہیں۔ اگر نہیں تو وہ انہیں حسب ضابطۂ خود قرآن وحدیث سے ثابت کریں اسی طرح ایک صحیح حدیث میں "سیّد" کا لفظ اللہ کے بارے میں وارد ہوا ہے تو یہ ان کے مطابق شرک ہوا۔ جبکہ لفظ مولٰنا کا ان کے اصول کے مطابق شرک ہونا گذشتہ صفحات میں مفصّل گذر چکا ہے۔

علاوہ ازیں ان کے صدر موصوف کا نام بھی ان کے حسب نظریہ، بدعت سیّئہ ہونے کے علاوہ شیعیّت کا ترجمان بھی ہے۔ اب لیجیئے موصوف کی تصدیق پر کلام حاضر ہے

ارتکاب بدعت گکھڑوی صاحب کے صدر مفتی موصوف نے بھی اپنی پہلی بسم اللہ ارتکاب بدعت سے فرمائی ہے چنانچہ انہوں نے جو خطبہ پڑھا ہے اس کے لفظ کچھ اس طرح ہیں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم"، ملاحظہ ہو (راہِ سنت صہ ح)

بتایا جائے بہ ھیئت موجودہ یہ خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپکے صحابہ کرام سے کہاں ثابت ہے اس سلسلہ میں اپنا اثباتی اصول ملحوظ رہے۔ پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کا تو نشان ہی نہیں اور "نصلی علی رسولہ الکریم" کہہ کر جو درود پڑھا گیا ہے وہ درود ابراہیمی نہیں جبکہ سارا زور اسی پر صرف کیا جاتا ہے کہ درود ابراہیمی ہی پڑھا جاسکتا ہے اور کوئی درود سکھے ہی نہیں، اس کے جواز کی بات تو بعد کی چیز ہے۔

بے جا مبالغہ آرائی مقرظ نمبر ۲ موصوف نے کتاب کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے اس کے بارے میں یہ جملے بھی لکھے ہیں:- "اپنے رنگ کی یہ پہلی کتاب ہے ہر امر مدلل ہے۔ ہر ایک عامی وخاصی کیلئے مفید ہے" اھ ملخصاً بلفظہٖ۔

ملاحظہ ہو (راہ سنت صہ ح)

جو گکھڑوی اصول کے مطابق شرک ہے کیونکہ نفع ونقصان دینا اللہ کی شان ہے جبکہ مقرظ صاحب نے اس کی نسبت "اپنے رنگ کی اس پہلی کتاب کی طرف کرتے ہوئے اسے اپنے ہر عامی وخاصی کیلئے مفید نسخہ بتایا ہے۔

علاوہ ازیں انہوں نے اپنے اس خطبہ میں رسول اللہ علیہ وسلم کو رسولہ الکریم"، کہہ کر حسب ضابطۂ خود ایک اور شرک کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے وارد ہوا ہے۔ حیث قال تعالیٰ "یایھا الانسان ما غرک بربک

الکریو ،، اگر وہ کہیں کہ یہ لفظ مخلوق خصوصًا حضور سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی قرآن وسنّت میں وارد ہیں؟ تو اولًا وہ ان آیات واحادیث کی نشاندہی کریں۔

ثانیًا:۔ پھر اس کی بھی وضاحت کریں کہ جب ان کے طور پر کلیہ شرعیہ یہ ہے کہ جو لفظ اللہ کیلئے وارد ہو مخلوق کیلئے اسے بولنا شرک وکفر ہے تو ان کے اس کلیہ کا کیا بنے گا۔

تصدیق (۳) از شیخ التفسیر دیوبند کا محاسبہ کتاب کے تیسرے مقرظ بھی گکھڑوی صاحب کے اہم بزرگوں میں سے ہیں جن کا نام انہوں نے یوں لکھا ہے" حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم سابق وزیر معارف شرعیہ ریاست ہائے متحدہ بلوچستان، شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل" اھ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص ح)

اقول:۔ موصوف کے القاب وآداب کے حوالہ سے یہاں پر بھی گکھڑوی صاحب سے وہی سوالات ہیں جو تصدیق ۱، ۲ پر کلام کے ضمن میں گذرے ہیں ورنہ کیا صحابۂ کرام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ "دامت برکاتہم" کے لفظ استعمال کرتے تھے؟ حسب ضابطہ خود اس کا حرکی ثبوت پیش کیا جائے۔ افغانی صاحب کی تقریظ پر کلام حسب ذیل ہے۔

ترکِ تسمیہ وحمد وصلوٰۃ افغانی صاحب موصوف نے سرے سے نہ تو تسمیہ لکھی ہے اور نہ ہی حمد وصلوٰۃ تاکہ اس بحث کی سرے سے نوبت ہی نہ آنے پائے کہ اس کی کنڈیشن کیا ہے سنّت ہے یا بدعت؟ وغیرہ گکھڑوی صاحب نے بھی اپنی کتاب کا یہی حال کیا ہے نامعلوم انہوں نے افغانی صاحب موصوف کا پس خوردہ کھایا تھا یا افغانی صاحب پر ان کی اس رنگ کی

پہلی کتاب کا رنگ چڑھ گیا ہے۔

تسلیم صداقت اہلسنّت | افغانی صاحب موصوف نے اپنی اس تقریظ میں کتاب اور اس کے مندرجات خصوصیّت کے ساتھ اس میں بیان کئے گئے کلیۂ بدعت کو بھی سراہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بہ ھیئت کذائیہ قیام مدارس دینیہ، سالانہ امتحان نصاب تعلیم اور اشغال صوفیہ کے جائزہ اور درست ہونیکی تصریح کر گئے ہیں جس سے یا تو انہوں نے گکھڑوی اصول کی نفی کر کے اصول اہلسنّت کا حق ہونا تسلیم کر لیا ہے یا پھر اپنے بدعتی ہونے پر صاد کر دیا ہے۔

ارتکاب شرک اکبر | علاوہ ازیں افغانی صاحب موصوف نے کتاب کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے لکھا ہے: ..... میرے خیال میں مصنف دام فضلہ کی تمام تصانیف اگرچہ بجائے خود بہت مفید ہیں لیکن یہ کتاب دیگر تصانیف کی نسبت عوام و خواص دونوں کیلئے بے حد نافع ہے" اھ ملاحظہ ہو (راہ سنّت ص ح)

جو دیوبندی اصول کے مطابق کفر لواح اور شرک اکبر ہے کیونکہ مفید اور نافع ہونا ان کے ہاں محض اللہ کی شان ہے جسے غیر خدا سے نسبت دینا جائز نہیں۔ یا پھر ان کی کتاب، غیر خدا کے زمرہ میں ہونے سے باہر ہو گی؟ کچھ تو بولیں۔

لطیفہ بابت علمیّت گکھڑوی صاحب | اور اب آخر میں یہ لطیفہ کہ گکھڑوی صاحب نے اپنے ان علماء میں سے اوّل الذکر دو حضرات کے تصدیقی کلمات پر" تصدیقات" کا عنوان (بصیغۂ جمع) قائم کیا ہے اور آخر الذکر کو الگ کر کے ان کے تصدیقی کلمات کو "تقریظ" کے عنوان سے معنون کیا ہے ملاحظہ ہو (راہ سنّت ص ب ص ح)

جو ان کی کمال علمیت پر دال ہے۔ ع : جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

(تمت التنقیدات علی التصدیقات بفضل اللہ تعالیٰ وکرم رسولہ علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات)

مندرجات ٹائیٹل پیج کا محاسبہ

ارتکاب بدعت :- گکھڑوی صاحب نے اپنی اس کتاب کے اندر والے ٹائیٹل پیج پر (جو فہرست سے قبل اور کتاب کا صدا ہے) موضوع کتاب کی طرف اشارہ کرنے نیز عوام پر پریشر ڈالنے کی غرض سے قرآن مجید کی دو مختلف پاروں کی دو مختلف سورتوں سے کاٹ کر دو اجزاء اور ایک حدیث مع اردو ترجمہ لکھی ہیں چنانچہ تعوّذ، تسمیہ اور الفاظ حمد سے آغاز کیے بغیر سب سے پہلے اٹھائیسویں پارہ کی ایک آیت کے یہ الفاظ مع ترجمہ نقل کیے ہیں وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" اس کے بعد ایک حدیث کے یہ لفظ مع ترجمہ لکھے ہیں" من احدث فی امرنا ھٰذا مالیس منہ فھورد" پھر چھٹے پارہ کی ایک آیت کے یہ الفاظ مع ترجمہ درج کیے ہیں :-" لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا"

اقول :- یہ بھی گکھڑوی صاحب کے طور پر بالکل وہی بدعت ہے جس کی شدید مذمت شریعت مطہرہ میں وارد ہوئی ہے ورنہ وہ بتائیں کہ اس ھیئت ترکیبیہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے صحابہ کرام میں سے کس نے کب اور کہاں اور کس کتاب میں اس طرز پر یہ قرآنی الفاظ اور حدیث درج فرمائی تھی۔ دلیل پیش کرتے وقت بعینہٖ

صریحی ثبوت والا اپنا ضابطہ ملحوظ رہے۔

پھر کتنے ظلم کی بات ہے کہ اہل سنت وجماعت عند الاذان صلوٰۃ وسلام محض شرعی گنجائش کی بناء پر پڑھیں تو یہ کہہ کر ان پر چوٹیں کی جائیں کہ چونکہ بعینہٖ اس طرح سے پڑھنا صریحاً ثابت نہیں۔ نیز اذان وغیر اذان کو ملا دینے سے غیر اذان کے اذان کا جزء ہونے کا انہیں خطرہ ہونے لگتا ہے اس لئے اسے ترک کر دینا چاہیئے۔ مگر یہاں پر انہوں نے قرآن وغیر قرآن کو ملا کر لکھ دیا ہے جس سے نہ تو انہیں صریحاً ثبوت والا اپنا مطالبہ یاد رہا اور نہ ہی انہیں جزئیت والا کوئی خطرہ لاحق ہوا۔

اسی طرح بعض اہلسنّت وجماعت کے ہاں محض شرعی گنجائش کی بناء پر وفات یافتہ مسلمانوں کے ایصال ثواب کیلئے متفرق آیات رحمت کی تلاوت کیجاتی ہے تو ان کے حلقہ سے یہ آواز اٹھنے لگتی ہے کہ یہ لوگ قرآن کو کاٹ کاٹ کر پڑھتے ہیں لیکن ہم اس مقام پر خود انہوں نے نہ صرف یہ کہ دو مختلف پاروں اور مختلف سورتوں کی دو آیتوں کے ایک ہی سانس میں دو ٹکڑے پیش کئے ہیں۔ بلکہ ان کی ترتیب بھی برقرار نہیں رکھی چنانچہ پہلا ٹکڑا انہوں اٹھائیسویں پارہ کی سورۃ الحشر سے اور اس کے بعد دوسرا ٹکڑا چھٹے پارہ کی سورۃ المائدہ سے لیکر یکجا کر دیا اور کاٹ کاٹ پڑھنے کے لاگو کردہ اپنے حکم کو یکسر بھول گئے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اہلسنّت جو کریں وہ ان کے نزدیک بدعت سیّئہ ہے اگرچہ قرآن وسنّت سے بھی ثابت کیوں نہ ہو اور جو کچھ وہ خود کرتے جائیں وہ سنّت ہی ہے اگرچہ وہ خود بھی اسے بدعت قرار دے چکے ہوں۔ تف ہے اس بھونڈی تقسیم پر

ے ہم آہ بھی کر بیٹھیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

درج کردہ آیت حشر سے استدلال کا حشر

علاوہ ازیں ٹائٹل پیج پر درج کی گئی یہ آیتیں بالکل بے محل اور بے جوڑ بھی ہیں جنہیں موضوع کتاب سے کچھ تعلق نہیں اور نہ ہی وہ گھڑوی صاحب کے (اہمیں بدعتی ثابت کرنے کے) دعویٰ سے کچھ مطابقت رکھتی ہیں۔ بلکہ فی الحقیقت وہ ان کے خلاف ہیں چنانچہ سورۂ حشر کی پیش کردہ آیت کے الفاظ" وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" کا تعلق بنیادی طور پر ایک قسم کے مال فئی کی تقسیم کے مسئلہ سے ہے جس پر ان کا سیاق وسباق واضح قرینہ ہے جبکہ موصوف نے انہیں محض بیان سنت پر مبنی ہونے کے حوالہ سے پیش کیا ہے اسی لیے انہوں نے پوری آیت کے نقل کرنے کی بجائے اس کے من مانے حصّہ کو نقل کرنے پر اکتفار کیا ہے۔ مکمّل آیت اس طرح ہے۔

ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب،، یعنی جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو شہر والوں سے، وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور رشتہ داروں کی اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

(ترجمہ از کنز الایمان شریف پ ۲۸ سورۂ حشر آیت ۷)

جبکہ موصوف کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ آیت یا حدیث کا جو سیاق و سباق ہو اسے اسی میں بند رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ کے اطلاق سے جواب دیتے ہوئے یہی موقف اختیار کر کے ایک مقام پر انہوں نے لکھا ہے کہ "اس روایت کو پیش نظر رکھ کر حضرت امیر معاویہ کی سابق حدیث کا مطلب آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقاہت اور سمجھ عطا کر دیتا ہے میرا کام تو صرف احکام کو بیان کرنا اور ان کا تمہارے درمیان تقسیم کرنا ہے" اھ بلفظہٖ

ملاحظہ ہو گکھڑوی صاحب کی تالیف دل کا سرور ص۱۲۷ طبع گکھڑ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۸۴ء)

اسی کی مانند ص۱۲۸ پر بھی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ انما انا قاسم الخ سے قبل من یرد اللہ بہٖ خیراً یفقہہ فی الدین کے الفاظ ہیں اس لئے ان الفاظ میں جس امر کی تقسیم کا ذکر ہے اس سے مراد بھی انہی کے قرینہ سے بیان احکام ہی ہے نہ کہ ہر چیز کی تقسیم۔ مگر راہِ سنت میں وہ اپنے اس ضابطہ کو یکسر بھول گئے ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(باقی ان کے اس اعتراض کا جواب "دل کا سرور" کے ردّ میں دیدیا گیا ہے اسے وہاں ملاحظہ کیا جائے یہاں صرف ان کے ضابطہ و عمل کے تضاد کو بیان کرنا مقصود تھا۔ جو ہو چکا وللہ الحمد)

رہے آیت میں مَا کے لفظ جو عموم کیلئے ہوتے ہیں؟ تو اوّلاً:۔ امور خاصّۃ کے لئے وہ عموم و اطلاق نصوص سے استدلال کے جواز کے سرے سے قائل ہی نہیں جیسا کہ ان کی اس کتاب کے "باب چہارم" سے ظاہر ہے جسے انہوں نے اس امر کی وضاحت کیلئے مختص کیا ہے۔ چنانچہ اس میں انہوں نے اہل سنّت پر دانت پیستے ہوئے اس حوالہ سے لب ولباب کے طور پر لکھا ہے:۔ "اہل بدعت کی یہی اصولی غلطی ہے کہ وہ احکام عامہ سے امورِ خاصہ

ثابت کرنیکی بے جا سعی کرتے ہیں" اھ ۔ ملاحظہ ہو (راہ سنت ص۱۳۵)

نیز اسی میں ص۲۰۶ پر) ہے " احکام عامہ سے امور خاصہ کا اثبات درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک عیارانہ مغالطہ ہے" اھ

اس سے ما نحن فیہ کی وضاحت کے علاوہ ان کا بقول خود اصولی غلطی کا مرتکب عیار مغالطہ بدعتی ہونا بھی واضح ہوا کیونکہ اس مقام پر انہوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے **ثانیاً**: اگر وہ عموم واطلاق نصوص سے استدلال کے جواز کے قائل ہو گئے ہیں تو انہیں اپنے اس قاعدہ موضوع (عدم فعل، عدم جواز کی دلیل ہوتا ہے) سے رجوع کرنا ہوگا جس کی بنیاد پر انہوں نے سارا طوفان کھڑا کیا ہے۔

ثالثاً:۔ امر بالا کا قائل ہو جانے کی صورت میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد تکوینی وتشریعی اختیارات کا حقیقت ثابتہ ہونا بھی تسلیم کرنا ہوگا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی چیز عطا فرمانا یا عطا نہ فرمانا اختیار کے بغیر قطعاً ناممکن ہے جو گکھڑوی صاحب کیلئے موت سے کم نہیں۔

پھر اس صورت میں مضمون آیت کو احکام شرعیہ میں منحصر کر دینا بھی غلط ہوگا جیسا کہ گکھڑوی صاحب موصوف نے اختیار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے اپنے خیالی " دل کا سرور" (ص) میں کیا ہے کیونکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل بھی ..... اور حق یہ ہے کہ اس کا مضمون دونوں (تکوینی وتشریعی) کو شامل ہے چنانچہ اس کا سیاق وسباق اس کے امور تکوینیہ سے متعلق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس میں بنیادی طور پر مال فے کے دینے نہ دینے

کا ذکر ہے جو امر دینوی ہے جبکہ اس کا عموم امور شرعیہ پر اس کے مشتمل ہونے کا
ثبوت ہے جو خود گکھڑوی صاحب کو بھی تسلیم ہے ورنہ سنّت کے اثبات میں اسے پیش کرنیکے
کیا معنی بلکہ گکھڑوی صاحب نے اپنی راہ سنّت کے ٹائٹل پر جو اسکا اردو ترجمہ درج کیا ہے وہ بھی دونوں کو شامل ہونیکا مظہر ہے
دونوں کو شامل ہونیکا مظہر ہے چنانچہ ان کے لفظ ہیں: "اور جو چیز تم کو رسول دے
اس کو لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز آجاؤ" اھ (ٹائٹل پیج راہ سنّت ص۱)

اگر بر سبیل تنزّل اس میں امور شرعیہ ہی مراد ہوں تو یہ کیا کم فضیلت ہے
کم از کم وہ احکام شرعیہ میں اختیار کی تو دلیل بہر حال ہوگی جو گکھڑوی صاحب کے
بہر حال خلاف ہے کیونکہ حکم دینا اور منع فرمانا امر و نہی کے خداداد اختیار کے بغیر ناممکن ہے
اور یہ بھی اس میں نہیں ہے کہ اس سے مراد محض وہی امور ہیں جن کے متعلق وحیِ صریح وارد
ہو جبکہ غیر منصوص امور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجتہاد کا اختیار ہونا بھی سب کے
نزدیک کم از کم گکھڑوی صاحب کے ہاں مسلّم اور ایک ناقابل تردید حقیقت ہے چنانچہ انہوں
نے لکھا ہے "رہا آپ کا اجتہاد تو وہ بھی حق اور وحی کی ایک قسم ہے" (دل کا سرور ص۱۲۵)

نیز اسی میں ص۱۲۷ پر لکھا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف سے کچھ
بھی نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی اور حکم ہی سے فرماتے تھے عام اس سے
کہ وحیٔ حقیقی ہو یا حکمی (جو اجتہاد سے ہوتی تھی) وما ینطق عن الہوی ان ھو الا
وحی یوحیٰ" اھ بلفظہٖ

رابعاً:۔ علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب نے آیت ہذا کے مذکورہ الفاظ کے عمومی مفہوم
کو پیش نظر رکھ کر انہیں بعض معمولات اہل سنّت کے خلاف دلیل شرعی کے طور پر پیش کیا ہے
جبکہ وہ خود کہتے ہیں کہ کسی مسئلہ کی اصل کا متعیّن کرنا مجتہد کا کام ہے (ملاحظہ ہو راہ

سنت باب اوّل مستفاداً) اور یہ بھی حقیقت واقعیہ ہے کہ موصوف مجتہد تو کجا ابھی پوری طرح (صحیح طور سے) مقلد بھی نہیں۔ پس اپنے ہی اس اصول کے پیش نظر یا تو وہ دکھائیں کہ آیت ہٰذا کے ان الفاظ کو کس امام مجتہد (خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ) نے ان معمولات اہلسنت کے خلاف کب اور کہاں استدلال فرمایا تھا ورنہ یہ گھناؤنا اقدام کر کے انہوں نے امام اعظم سے جو کھلی بغاوت کی ہے اس سے توبہ کریں۔

آیتِ مائدہ سے استدلال کا محاسبہ: اسی طرح اس مقام پر انہوں نے سورۂ مائدہ کی ایک آیت کے جو الفاظ (لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا) نقل کیے ہیں اور انہیں عنوان کتاب کے ماخذ کے طور پر پیش کیا ہے، ان سے ان کا استدلال بھی نہ صرف یہ کہ بے محل اور غیر مطابق ہے بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے۔ کیونکہ اس کے الفاظ "مِنْكُمْ" میں کُمْ کے خطاب میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ اس کے سیاق و سباق سے عیاں ہے۔ نیز مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو گکھڑوی صاحب کے مرشد عقائد اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب تفسیر البیان القرآن تحت آیت ہٰذا پس اُسے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لیے خاص کر کے پیش کرنا چہ معنیٰ؟

اس سے قطع نظر وہ شریعت اسلامیہ کی حقانیت کے بیان پر مشتمل ہیں جس کا بدعت کی بحث سے کوئی واسطہ نہیں۔ بالفاظ دیگر شریعت کا اطلاق احکام (مامورات و منہیات) پر ہوتا ہے جبکہ خود گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ بدعت، منہیات سے ایک علیحدہ امر ہے۔ ان کے لفظ ہیں: "بدعت اور احداث، نہی سے الگ چیز ہے" الخ

ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صہ ۹۱)

علاوہ ازیں تھانوی صاحب (گکھڑوی صاحب کے عظیم پیش رو) کی تصریح کے مطابق ان الفاظ قرآنیہ میں بمقابلہ یہود و نصاریٰ، قرآن کے منزل من اللّٰہ اور کتاب برحق ہونے کا بیان ہے یہ بھی ان کے اس مقام پر لانے کے غلط ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے اپنی جس کتاب کے ٹائیٹل پر درج کر کے اسے عنوان کتاب کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے اس کا موضوع، قرآن مجید کی ہسٹری ہرگز نہیں بلکہ اس کا اصل موضوع اہلسنّت کو روز بروز بدعتی بنانا ہے اور وہ بھی "این خیال است و محال است و جنوں" کا صحیح مصداق ہے۔"

اور اگر انہوں نے اسے محض اس کے لفظ "مِنْهَاجًا" سے اقتباس کیلئے رکھا ہے؟ تو

اوّلاً وثانیاً:۔ انہیں اپنے اس عمل کو خیر القرون سے حسب اصول خود صریحاً ثابت کرنے کے علاوہ یہ بھی بتانا ہوگا کہ ال اور الواضح کے الفاظ کو بڑھا کر آیت کا حلیہ بگاڑنے کا شرعی جواز ان کے پاس کیا ہے؟ اپنا اصول مدّنظر رہے۔

ثالثاً:۔ اس مقام پر مقتبس منہ اور مقتبس لہٗ کو ملا کر ان سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے پورے کنبہ سمیت گکھڑوی صاحب کو لے ڈوبنے کیلئے کافی ہے کیونکہ کتاب کے نام کو آیت کے الفاظ سے ملا کر مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اے یہود و نصاریٰ اور مومنو! تم میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے ایک شریعت اور منہاج بنائی جو "المنہاج الواضح یعنی راہِ سنّت" ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ بنے گا کہ گکھڑوی صاحب کی دیوبندی امت کے علاوہ جو

چیز یہود و نصاریٰ کے مذہبی سلیبس کے طور پر تھی وہ گکھڑوی صاحب کی یہی کتاب تھی (یعنی ان کے اور گکھڑوی صاحب کے مشن میں مکمل مطابقت ہے بالفاظ دیگر عنوان کا فرق ہے معنون ایک ہی ہے جیسے بیا جال اور پرانے شکاری کے لفظوں سے بھی یاد کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ گوارا ہے تو ارشاد فرمائیں۔

حدیث میں شدید معنوی تحریف:۔ باقی رہی گکھڑوی صاحب کی ٹائیٹل پیج پر نقل کردہ یہ حدیث کہ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ؟ تو اس میں انہوں نے شدید مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے سخت معنوی تحریف کی ہے. چنانچہ انہوں نے اس کا اردو ترجمہ اس طرح لکھا ہے "جس نے ہمارے معاملہ میں کوئی نئی چیز گھڑی تو وہ مردود ہوگی" ص۱)

اس میں موصوف ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے اس کے الفاظ مَا لَیْسَ مِنْہُ کا ترجمہ صاف اڑا گئے ہیں جو اس کیلئے جان کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کو ملا کر حدیث کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ "جس نے ہمارے اس معاملہ یعنی دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس سے یعنی دین سے نہ ہو تو وہ مردود ہوگی" دونوں میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ جو فرق ہے قطعاً محتاج بیان نہیں۔ اسے موصوف کی بھول چوک بھی نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ انہوں نے عمداً اور جان بوجھ کر کیا ہے۔ جس کی ایک واضح دلیل یہی ہے کہ انہوں نے کتاب کے اندرونی صفحات میں بھی بعینہٖ یہی ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (راہ سنت ص) جس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انہیں خوب معلوم تھا کہ اس قطع و برید کے بغیر ان کی مطلب برآری ممکن نہیں جس کی جتنی مذمت کرتے ہوئے اس پر جتنی لعنت بھیجی جائے اتنی کم ہے۔ پھر اگر اسے ان کے تعمد پر محمول نہ کیا جائے تو یہ ان کی جہالت تو بہر حال ہوگا۔ اب نہ معلوم وہ کون سی راہ اختیار فرماتے ہیں۔ ہمارا یہ مشورہ ہے

(اگرچہ ان سے اُسے مان لینے کی کچھ اُمید نہیں) کہ وہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں، دیگر جملہ کوتاہیوں کے علاوہ اپنی اس غلطی سے غیر مشروط طور پر اللہ کے حضور توبہ تائب ہوکر "راہِ راست" پر آجائیں تو دنیا و آخرت کی بہتری اسی میں ہے اور یہی طریق اسلم ہے۔

گکھڑوی صاحب کی دہری پالیسی (کہ وہ وہابی ہیں بھی نہیں بھی) کا محاسبہ

گکھڑوی صاحب نے ٹائیٹل پیج پر بقلم خود اپنی اس کتاب کے مندرجات کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے "جس میں بڑی تحقیق اور عرق ریزی سے (الی) یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اکابر علماء دیوبند پکے حنفی اور سُنّی مسلمان ہیں ان کو وہابی وغیرہ کہنا سراسر بہتان، خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے" اھ ملاحظہ ہو (ص۱)

اقول:۔ یہ سب موصوف کو اپنے اکابر سے ورثہ میں ملی ہوئی تلوّن مزاجی کا نتیجہ اور ان کی دہری پالیسی کا کرشمہ ہے ورنہ وہ خود اپنی اسی کتاب کے اندرونی صفحات میں متعدد مقامات پر کئی بار اپنے وہابی ہونے کا کھلا اقرار کر چکے ہیں چنانچہ ایک مقام پر (چھوٹا منہ بڑی بات کے پیش نظر حکیم الامّت حضرت مفتی احمد یار خانصاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب بنا کر لکھا ہے:۔ "مفتی صاحب ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ فرمائیں کہ وہابی دیوبندی تو خیر بقول شما دشمن ہوئے الخ۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۲۸۳)۔

جس سے یہ امر روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ اہلسنّت وجماعت کا گکھڑوی اینڈ کمپنی کو وہابی کہنا قطعاً صحیح اور مطابق واقعہ ہے جسے گکھڑوی صاحب نے تحریر کتاب کے زمانہ کی مصلحتوں کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے چھپانے کی مذموم کوشش فرمائی اسی لئے اسے وہ زیادہ دیر ہضم بھی نہ کر سکے بلکہ تھوڑی ہی دیر بعد قریبی چوراہے پر اپنا بھانڈا

خود ہی چھوڑ کر رکھ دیا وللہ درّ امام اہل السنۃ الامام احمد رضا علیہ الرحمۃ ورضاہ تعالیٰ حیث قال ؎ وہابی گرچہ اخفامے کند بغض نبی لیکن

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

علاوہ ازیں اگر انہیں غیر سنّی اور وہابی کہنا ان پر ہمارا بہتان ، افترار اور سفید جھوٹ ہے تو خود ان علمار دیوبند (جنہیں گھڑوی صاحب "اکابر علمار دیوبند" کہہ رہے ہیں) کی ان عبارات سے کیا جواب ہے جن میں انہوں نے نہایت غیر مبہم الفاظ میں نہ صرف وہابیہ کو اہل حق کہا بلکہ اپنے وہابی ہونے کا صاف اقرار بھی کیا ہے جنہیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جائے سر دست مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر اور محض عنوان کو تشنۂ تکمیل ہونے سے بچانے کیلئے موصوف کے بعض اکابر کی بعض عبارات پر اکتفار کیا جاتا ہے (وللتفصیل مقام آخر)

گنگوہی صاحب کا فیصلہ :- چنانچہ گھڑوی صاحب کے ایک امام اکبر مولوی رشید احمد گنگوہی وہابیوں کے بارے میں لکھتے ہیں :۔ "اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں ،، ملاحظہ ہو (فتاویٰ رشیدیہ ص۲۲۴ طبع محمد علی کارخانہ کراچی ص۳۸)

نیز اسی میں ص۲۶۶ پر لکھا ہے :۔ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدّت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی ۔ شافعی ۔ مالکی ۔ حنبلی کا ہے ،، اھ بلفظہ

تھانوی صاحب کا اعلان و تحریک نیز گھڑوی صاحب کے ایک بڑے پیشوائے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ارشاد ہے :۔ "اگر میرے پاس دس ہزار روپے ہوں تو سب کی تنخواہ

کردوں پھر خود ہی سب وہابی بن جائیں "۔ اھ
(کما فی الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۶۷ سطر ۵)
نیز اسی (الافاضات الیومیہ کے ج ۲ ص ۳۲۶ ملفوظ ۶۳۸ ج ۴ ص ۵۹
ملفوظ ۵۵ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) میں ہے کہ وہابی کے معنی پر تھانوی صاحب
موصوف نے ایک خاص قسم کی روشنی ڈالتے ہوئے اپنے ایک بزرگ کے حوالہ سے بیان کیا کہ "بدعتی
کے معنی ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب باایمان۔ اھ

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے ❊ جو کچھ بیاں ہوا وہ آغاز باب تھا

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا گکھڑوی صاحب سمیت ان کے اکابر کا وہابی ہونا ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جو ان پر کسی کا جھوٹا الزام ہرگز نہیں جسے حقائق کی دنیا میں یوں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ وہابیہ سے مراد قطعی طور پر موجودہ دور کے اہل سعودیہ ہیں جیسا کہ فتاوٰی رشیدیہ کی عبارت سے بھی واضح ہے جبکہ پوری دنیا جانتی ہے کہ دور حاضر میں علماء دیوبند ان کے مدّاح ہی نہیں، دست راست بلکہ ان کے نام پر لڑنے والے جانثار ساتھی بھی ہیں جس کی ایک عمدہ مثال ان کے مولانا مکّی صاحب بھی ہیں جو ریالات کے زیر سایہ اردو سپیکنگ حضرات کے آگے مطاف کعبہ مطہرہ زادھا اللہ شرفاً میں بیٹھ کر ان کی ترجمانی کرتے ہوئے ان کی صالحیّت کے خطبے ارشاد فرماتے ہیں اور حصول ریالات کے سلسلہ میں اپنے پاکستانی و انڈین ہم مشربوں کے لیے واسطۂ کبریٰ اور وسیلۂ عظمٰی کے منصب پر فائز بھی ہیں گکھڑوی صاحب کو شاید اس میں فتوح نصیب نہیں ہو سکا یا اس سلسلہ میں بعد از فتح، قبض کی شکایت پیدا ہو چلی تھی اس لئے وہ ان کے خلاف بولنے لگے پھر جب حالات معمول پر آئے تو آگے چل کر پہلے والی بولی بھی شروع فرما دی مگر فنّی غلطی کے باعث انہیں پیش نظر، ٹائٹل پیج کی عبارت کو پہلی حالت پر لانے کا موقعہ

نہ مل پایا۔ بہرحال انکی یہ عبارت اپنے اس مفہوم میں قطعاً واضح ہے کہ جو وہابی ہو وہ سنی حنفی ہرگز نہیں ہوسکتا جس کا صاف نتیجہ، ان کی وہابیت کے ثبوت کے بعد یہ ہوا کہ وہ اپنے اکابر سمیت سنی حنفی مسلمان ہرگز نہیں ہیں (وھو المقصود) پس اب انکی وہ عبارت اپنے صحیح رُخ کے حوالہ سے یوں بنے گی کہ "اکابر علماء دیوبند پکے وہابی ہیں۔ ان کو حنفی اور سنی مسلمان کہنا سراسر بہتان۔ خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے"۔ **یا علی مدد۔**

گھڑوی صاحب از راہ ظلم چلے تو تھے ہمیں خارج از اہلسنت ثابت کرنے کیلئے مگر خدا نے انہیں ان کے اس ظلم کی فوری سزا دیتے ہوئے انہی کا وار خود انہی پر لوٹا دیا جس سے وہ "اپنے دام میں آپ صیاد آگیا ہے" کے مصداق ہو کر خود ہی اس میں الجھ کر رہ گئے۔ بلکہ خود اپنے ہاتھوں ان کا قصہ تمام ہو گیا۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

گذارش احوال واقعی بجواب "عرض حال"

اصل اختلاف اہلسنت وجماعت (بریلوی مکتب فکر) اور دیوبندی حضرات کے مابین اصل اختلاف، ختم درود اور گیارہویں شریف جیسے فروعی مسائل کا نہیں بلکہ ایک ہی فقہ کے پیروکاروں کے ایک بہت بڑے گروہ کو دو دھڑوں میں تقسیم کردینے اور اصل اختلاف کی بنیاد بننے والی دراصل بعض اکابر علماء دیوبند کی وہ عبارات ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ومقرب بندوں خصوصاً حضور سید المرسلین و المحبوبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک میں سخت سوء ادبی اور شدید گستاخی پر مبنی ہیں اور ان میں سے بعض دیگر ضروریات دین سے کھلی بغاوت پائی جاتی ہے جنہیں اس وقت کے

حرمین طیبین (مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورۃ) زادھما اللہ شرفاً کے تینتیس ۳۳ اور برصغیر کے دوسو اڑسٹھ ۲۶۸ علماء و ائمہ دین، فقہاء و زعماء اور مفتیان ملت رحمہم اللہ اجمعین نے امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قادری قدس سرہٗ کے فتویٰ کی تائید میں بیک زبان، کفریہ قرار دیکر ان کے قائلین کے کافر و مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا شرعی فیصلہ صادر فرمایا تھا جو حسب ذیل ہیں۔

گستاخانہ و کفریہ عبارت نمبر ۳۲:- ان میں سے بعض

عبارات بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ہیں جن میں موصوف نے آیت قرآنی میں خاتم النبیین کے قطعی اجماعی عقیدہ کو چیلنج کر کے اسے سفہاء عوام کا معنے بتایا۔ انہی عبارات نے مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی برطانوی نبوت کیلئے راہ ہموار کی، یا یا الفاظ دیگر موصوف نے جو پروگرام اپنے لیئے بنایا تھا اس سے فائدہ قادیانی نے اٹھالیا۔ یا یہ کام ملی بھگت سے کیا گیا ہو تو بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ ان عبارات کے منظر عام پر آنے کے تقریباً اٹھائیس برس کے بعد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی ہال آف اسلام آباد میں مرزا قادیانی کے اس وقت کے جانشین سے علماء اہلسنت کا مناظرہ ہوا۔ جس میں بعض سرکردہ علماء دیوبند بھی شریک تھے تو اس نے بھی مرزا کی بناء پہ نبوت کے جواز کے ثبوت میں بنیادی طور پر نانوتوی صاحب موصوف کی انہی عبارات کو پیش کیا تھا۔ اس وقت علماء اہلسنت نہ ہوتے تو مرزائی آئینی طور پر کبھی غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیئے جاتے کیونکہ علماء دیوبند کے پاس سرنگوں ہو جانے کے سوا اس کا جواب نہ تھا جبکہ علماء اہلسنت نے گرج کر فرمایا تھا کہ ہمارے نزدیک قادیانی، نانوتوی دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور اسکی وضاحت میں امام اہلسنت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ کا عرب و عجم کے سینکڑوں علماء کا مصدقہ فتویٰ "حسام الحرمین" بھی پیش کیا۔ اس موقع پر جانشین قادیانی پر اسمبلی ہال کی چھت سے قدرتی طور پہ گندگی میں لتھڑا

ہوا ایک بدبودار پر بھی گر گیا تھا جسے جملہ حاضرین نے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اسے تائید ایزدی اسلام کی صداقت کی دلیل اور علماء اہلسنت کی کرامت گردانا۔ یہ سب تفصیل اسمبلی کی کاروائی میں ریکارڈ پر موجود و محفوظ ہے نانوتوی صاحب کی وہ عبارتیں حسب ذیل ہیں۔

عبارت نمبر ۱: عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے" اھ بلفظہ

ملاحظہ ہو (تحذیر الناس ص ۳ طبع راشد کمپنی دیوبند)

عبارت نمبر ۲: " اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

ملاحظہ ہو (تحذیر الناس ص طبع راشد کمپنی دیوبند)

عبارت نمبر ۳:- " بلکہ اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے" ملاحظہ ہو (تحذیر الناس ص طبع مذکور)

گستاخانہ و کفریہ عبارت نمبر ۴: اس سلسلہ کی ایک اور عبارت سرخیل دیوبند مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی ہے جو موصوف نے اپنے بزرگ امام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حکم سے لکھی اس کے بعد ثانی الذکر بعد از مطالعہ اس

کی تائید و تصدیق بھی کی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاذاللہ ابلیس اور ملک الموت علیہ السلام سے موازنہ کر کے آپ کے علم شریف کو نہ صرف یہ کہ کم بتایا بلکہ اسے شیطان اور ملک الموت علیہ السلام کیلئے قرآن وحدیث کے ذریعہ ثابت کہہ کر حضور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں غیر ثابت بلکہ شرک قرار دیا۔ جو حسب ذیل ہے "الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلادلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصّہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

ملاحظہ ہو (براھین قاطعہ ص۵۱ طبع ساڈھورہ و کراچی)

گستاخانہ و کفریہ عبارت نمبر ۵:

اس سلسلہ کی ایک اور عبارت دیوبندیوں کے حکیم الامّہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی ہے جس میں موصوف نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے علم شریف کو بے قدر بلکہ ذلیل چیزوں کے علم سے تشبیہ دیکر آپ کی شان میں شدید توہین کی ہے جو من وعن حسب ذیل ہے

وھی ھذہ:۔ "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔

ملاحظہ ہو (حفظ الایمان ص۸ طبع راشد کمپنی دیوبند)

تنبیہ نبیہ ۱:- واضح رہے کہ یہ وہ عبارات ہیں جن پر مفتیان ملت اور علماء اسلام نے خصوصیت کے ساتھ شرعی فتویٰ صادر فرماتے ہوئے انہیں تنقیص شان نبوت اور کفریہ نیز ان کے لکھنے اور ماننے والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا تھا ورنہ اس جیسی گستاخانہ عبارات اور بھی بکثرت ہیں جیسے تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، الامداد وغیرہا کتب کی متعدد عبارتیں جن کی تفصیل اس موضوع پر لکھی گئی علماء اہلسنت کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ خصوصاً امام اہلسنت ضیغم اسلام غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں حضرت مرشدنا العلام السید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب کتاب "الحق المبین"، جو اس موضوع پر نہایت جامع اور اپنی مثال آپ ہے۔

۲:- مسئلہ تکفیر علماء دیوبند کی مکمل تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔

تمہید ایمان، حسام الحرمین، تالیف امام اہلسنت اعلیحضرت رحمہ اللہ الصوارم الھندیہ تالیف حضرت شیر اسلام علامہ حشمت علی خان علیہ الرحمۃ۔ نیز دور حاضر کی اس موضوع کی اپنی طرز کی عمدہ کتاب "دعوت فکر"، جسے فاضل محتشم برادر محترم محمد منشا صاحب تابش قصوری دامت برکاتہم نے نہایت اچھوتے انداز میں مرتب فرما کر مسلک کی بہت بڑی خدمت فرمائی ہے اور اس میں انہوں نے عبارات کے نقل کرنے کی بجائے اصل کتابوں کے متعلقہ صفحات کے عکس دیئے ہیں۔

فجزاہ اللہ ما ھو احسنہ

علماء دیوبند کا ردِ عمل

معاملہ دین کا نہیں بلکہ خالص آخرت کا تھا پس چاہیئے تو یہ تھا کہ علماء دیوبند، اللہ کے حضور سر نیاز خم کر کے اس کے محبوب کی شان میں کی گئی اپنی ان گستاخیوں سے تائب ہو کر دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرتے مگر برا ہو جھوٹی انا کا کہ انہوں نے اپنے محسنوں اور خیر خواہوں (خصوصاً محسن عظیم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان) کی نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر پہلے تو اپنا بے گناہ ہونا ظاہر کرنے کیلئے ان عبارات کے حلیئے بگاڑ کر ان کی الٹی سیدھی تاویلیں کیں اور اس سلسلہ میں کتابیں بھی لکھیں جیسے المہند وغیرہ۔ جب یہ داؤ نہ چل سکا تو وہ انتقامی جذبہ پر اتر آئے اور طرح طرح کے جھوٹے الزامات کی بوچھاڑ کر کے بدلہ چکانے کا فیصلہ کیا چنانچہ کبھی تو یہ کہا گیا کہ ان کے خلاف یہ سب کچھ انگریز کے اشارہ پر کیا گیا ہے جس کے جھوٹ ہونے کا کیلئے اتنا بھی کافی تھا کہ انگریز کے لیئے وہ گستاخانہ عبارات ہی مفید تھیں اور نہیں نہ کہ ان کے خلاف فتویٰ جبکہ ان گستاخیوں کا ارتکاب کرنیوالے یہ جملہ حضرات دل و جان سے غلام سرکار انگریزی بھی جس کی تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ اور کبھی ہتھیار کے طور پر یہ ہتھکنڈہ کہ مولانا احمد رضا خان صاحب معاذ اللہ دین اسلام سے ہٹ کر ایک جدید مذہب اور نئی فکر کے بانی ہیں اور اس سلسلہ میں اہلسنت کیلئے نیا فرقہ ہونے کے معنی میں "بریلوی" نام بھی تجویز کیا پھر اسے پروان چڑھانے کے لیئے ان کے بے شمار معمولات و نظریات کو بدعت بدعت کہہ کر اسے باقاعدہ تحریک کی شکل بھی دیدی جو اس وقت زوروں پر ہے اور یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ اپنی ان گستاخانہ عبارات سے عوام کی توجہ کو ہٹائے رکھنے کے لیئے ختم

درود جیسے فروعی مسائل ہی کو ہمہ وقت زیر بحث رکھ کر انہی میں الجھائے رکھا جائے،
حالانکہ بدعات کے مرتکب و مصداق بھی وہ خود ہی ہیں کیونکہ ایک تو ان کی ان گستاخانہ
عبارات پر بدعت کی تعریف پوری طرح صادق آتی ہے۔ دوسرے جن معمولات و نظریات
اہلسنّت کو انہوں نے بدعت سیئہ قرار دیا وہ خود کسی نہ کسی طرح ان کے اکابر سے بھی ثابت
ہیں۔ (مزید تفصیل اپنے مقام پر آ رہی ہے)

علاوہ ازیں "سپاہ صحابہ" نامی تنظیم کی تشکیل بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے
جس کا بنیادی مقصد شیعہ سے محاذ قائم کر کے خود کو سُنّی مشہور کرنیکا پروپیگنڈہ کرنا ہے
جیساکہ اس کی وضاحت ان کے ایک عمید مفتی زرولی خان آف کراچی نے اپنے کارکنوں
کو اپنے اصل عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے لیٹر پیڈ پر کی تھی جس کی فوٹو کاپی فقیر کے
پاس بھی ریکارڈ پر محفوظ ہے۔ چنانچہ ان کا یہ داؤ بہت سے ناواقفوں پر چل گیا
جو راز آؤٹ ہو جانے کے بعد بفضلہ تعالیٰ خاک میں بھی مل گیا۔

گکھڑوی صاحب کا "عرض حال":۔ گکھڑوی صاحب نے بھی "عرض حال"
کا عنوان قائم کر کے خدا و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیشی اور خوف
آخرت سے یکسر عاری ہو کر محض اپنی جھوٹی انا کو بچانے کیلئے اپنے ان بزرگوں کی اسی
ڈگر پر چلتے ہوئے طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اس اختلاف کے حقیقی پس منظر
کو چھپانے اور اس کے اصل حقائق کو مسخ کرنیکی مذموم کوشش کی ہے۔ جس میں وہ واضح
طور پر یہ اقرار کر گئے ہیں کہ اہلسنّت پر اہل بدعت ہونیکا الزام رکھتے ہوئے پیش نظر
کتاب (راہِ سُنّت) انہوں نے محض اسی انتقامی جذبہ کے تحت تحریر کی ہے چنانچہ
اس عنوان کا لب لباب بیان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے "وہ یہ ہیں وہ حالات و

واقعات اور اسباب و محرکات جن کے تحت ہم اپنی پوزیشن کو واضح کرنے پر مجبور ہوئے ،، الخ ۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۱۰)

بہرحال ہم بھی شاید اس عنوان کے حوالہ سے زیادہ تفصیل میں نہ جاتے مگر ہمیں بھی گکھڑوی صاحب کے ان "حالات" کے پیشِ نظر اس حوالہ سے ان کے حیلوں بہانوں کی اصل پوزیشن کو مجبوراً واضح کرنا پڑ رہا ہے"۔ جو سطور ذیل میں حاضر ہے۔" وما توفیقی الا باللّٰہ ۔

گکھڑوی صاحب کی چال بازیاں :۔ اس سلسلہ میں گکھڑوی صاحب نے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی غرض سے چالبازیوں سے بھی کام لیا ہے جو انتہائی لائق مذمت امر ہے۔ مثلاً انہوں نے ہائے وائے کرتے ہوئے یہ رونا تو رو دیا کہ ان کے اکابر کی تکفیر کی گئی اور انہیں کافر و مرتد کہہ دیا گیا مگر اس امر کی وضاحت کرنے سے وہ یکسر پہلو تہی کر کے حسبِ ستی سے آگے نکل گئے کہ آخر اس کی بنیاد بھی تھی یا بلا وجہ انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔

علاوہ ازیں اس سلسلہ میں انہوں نے صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا نام لیا تاکہ وہ ظاہر کریں کہ آپ اس میں متفرد تھے البتّہ آپ کے نام کے ساتھ" وغیرہ" بھی لکھ دیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ زیادہ سے زیادہ اکّا دکّا علماء نے اس میں آپ کا ساتھ دیا تھا جو قطعاً خلافِ حقیقت ہے کیونکہ آپ کے شرعی حکم پر مبنی اس فتویٰ کی تائید و تصدیق مکۃ المکرمہ اور مدینۃ منورہ زادھما اللّٰہ تکریماً کے اس وقت کے کم و بیش تینتیس ۳۳ اور برصغیر کے دو سو اڑسٹھ ۲۶۸ علماء و مفتیانِ ملّت اور زعماء و عمائدینِ اسلام نے

فرمائی تھی۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، حسام الحرمین از اعلیٰ حضرت قدس سرہ، الصوارم الہندیہ از محسن ملت حشمت علی لکھنوی رحمہ اللہ نیز "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" تالیف پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب وغیرہا)

گھڑوی شکایت کا ازالہ: اس مقام پر گھڑوی صاحب نے ملفوظات اعلیٰ حضرت، احکام شریعت، عرفان شریعت اور فتاوی افریقہ نیز حسام الحرمین کی بعض عبارات کے حوالہ جات سے جو یہ شکایات کی ہیں اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ان کے بعض اکابر کو کافر و مرتد قرار دیکر ان پر یہ حکم لگایا ہے کہ وہ "سب سے بدتر نیز بدترہا تھا قاتل" "اخبث"، "اضر"، ہر کافر اصلی یہودی نصرانی بت پرست، مجوسی سے بدتر ہیں اور ان کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے"، "جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں تمسک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائیگا (وغیرہ)؟

تو ان منقولہ بالا اکابر علماء دیوبند کی **گستاخانہ عبادات**) کے مطالعہ سے ان شکایات کا بھی ازالہ ہوگیا اور یہ امر روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آگیا کہ گھڑوی صاحب کا یہ سارا واویلا، محض "**چور مچائے شور**"، اور "**چور کہے چور چور**" کے قبیل سے ہے اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ان گستاخوں پر یہ حکم لگانے میں قطعاً حق بجانب ہیں جبکہ آپ اس میں متفرد بھی نہیں بلکہ سینکڑوں علماء اسلام اس میں آپ کے ساتھ ہیں۔ نیز جبکہ یہ ان کا اپنا ذاتی فیصلہ بھی نہیں۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ دلائل شرعیہ اور اقوال سلف میں موجود ہے۔ پس اس میں ان کی حیثیت محض ترجمان کی ہے۔ ورنہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں "والفتنۃ اشد من القتل"،

نیز " والفتنۃ اکبر من القتل "، اور کیا یہ اسی کا فرمان نہیں " ومن یتولھم منکم فانہ منھم "، نیز کیا یہ اس کا فرمودہ نہیں " فلا تقعدوا معھم حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیرہ "، وقال فی موضع اٰخر فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین۔ اور کیا یہ اسی کا فیصلہ نہیں ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار نیز کیا یہ قرآن میں نہیں " اولٰئک کالانعام بل ھم اضل "۔

علاوہ ازیں امام اہلسنّت نے اپنے اس فتویٰ کی توجیہہ بھی بیان فرمادی ہے اور لطف یہ ہے کہ جسے خود گکھڑوی صاحب نے بھی نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احکام دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق ہے اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپکو خاص اہلسنّت وجماعت کہتے حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں اھ ملخصًا ملاحظہ ہو (راہ سنّت ص۷) نیز ملاحظہ ہو ص۸ بحوالہ احکام شریعت ولفظہ۔ کلمہ پڑھتے اپنے آپ کو مسلمان کہتے نماز وغیرہ افعال اسلام بظاہر بجا لاتے، قرآن وحدیث کا درس دیتے لیتے، فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوتے، چشتی نقشبندی وغیرہ بن کر پیری مریدی کرتے، بایں ہمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتے یا ضروریات دین سے کسی شے کا انکار رکھتے ہیں (ملخصًا) نیز اسی (راہ سنّت کے ص۹-۱۰ میں لکھا ہے: خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ اور بیشک امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسے ہی فرقوں کے حق میں فرمایا ہے

کہ حاکم کو ان میں سے ایک کا قتل ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ دین میں ان کی ، مضرّت زیادہ سخت تر ہے (حسام الحرمین ص۱۷) اھ اقول یہ سب اور حقیقت کی ترجمانی ہے۔

"من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" کی توجیہ :- رہا یہ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے؟

تو اولاً :- آپ اس میں متفرد نہیں (کما مرّ)۔ ثانیاً :- اس کے غلط ہونے کی گکھڑوی صاحب کے پاس کیا دلیل ہے؟ کمال ہے،

ع لڑتے بھی ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ثالثاً :- اگر کافر کو کافر سمجھنا ضروری نہیں تو کفر و اسلام میں کیا فرق رہ جائے گا نیز خود اللہ تعالیٰ نے کافروں کو کافر کیوں کہا اور انہیں کافر کہنے کا حکم کیوں دیا؟ گوش ہوش سے سنیئے وہ فرماتا ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا" ، نیز فرماتا ہے فمنکم کافر ومنکم مومن ، لوگو! تم میں سے کچھ کافر اور تم میں سے کچھ مومن ہیں۔ نیز فرماتا ہے "قل یاایّھا الکٰفرون" ، میرے حبیب کافروں کو کافر کہہ کر انہیں سنا دو (وغیرھا من الآیات)

رابعاً :- کیا تحلیل حرام (حرام کو حلال سمجھنا) کفر نہیں اور کیا کفر حرام نہیں۔ اور کیا جس نے کفر کو حلال سمجھا یا، اس کے حرام ہونے میں شک کیا، درپردہ اس نے کفر کو جائز نہ سمجھا؟

بالفاظ دیگر : کیا سؤر کو حلال سمجھنا یا اس کے حرام ہونے میں شک کرنا کفر نہیں؟ پھر سؤر زیادہ حرام ہے یا کفر؟ جب سؤر کے بارے میں یہ حکم ہے تو کفر کے بارے میں کیوں نہیں؟ بالفاظ دیگر کفر کو کفر نہ سمجھنا رضا بالکفر کو مستلزم ہے جو باتفاق

کفر ہے ورنہ متقدمین بنی اسرائیل کے جرائم کا ذمہ دار قرآن مجید متاخرین بنی اسرائیل کو کیوں ٹھہرایا گیا ہے۔ حیث قال تعالیٰ یبنی اسرائیل الآیات۔

خامساً، یوں بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو سنئیے آپکے اکابر نے بھی مانحن فیہ کے بارے میں وہی کچھ لکھا ہے جو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ارقام فرمایا ہے بعض حوالہ جات حسب ذیل ہیں۔

گکھڑوی صاحب کے محدث کبیر مولوی انور شاہ کشمیری صاحب صدر المدرسین مدرسہ دیوبند نے اکفار الملحدین میں لکھا ہے "خلاف فی الکفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات" جو ضروریات دین میں سے کسی امر کا منکر ہو وہ بالاتفاق کافر ہے اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو اگرچہ اس کی پوری زندگی طاعات پر صرف ہو۔

نیز گکھڑوی صاحب کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی آخرت تالیف بوادر النوادر میں لکھا ہے:۔ موجبات کفر کے ہوتے ہوئے محض دعوائے اسلام وصلوٰۃ وصیام واستقبال بیت الحرام، ترتب احکام اسلام کے لئے کافی نہیں اھ نیز انہی تھانوی صاحب کا قول ہے:۔ "کفر کیلئے ایک بات بھی کافی ہے" ملاحظہ ہو (الافاضات الیومیہ ص۲۴ ج ۶)

نیز اسی کے جلد ہفتم (ص۲۳۴ میں ہے:۔ اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہوگی وہ بالاجماع کافر ہے، اسی کے جلد ششم (ص۳۱۸) میں یوں ہے، ایسا سمجھنے والا شخص بھی کافر ہے جو کفر کو کفر نہ کہے،

علاوہ ازیں تھانوی صاحب کے دست وبازو، وکیل مناظر اور گکھڑوی صاحب کے معتمد خاص مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی صاحب (جنہیں راہ سنّت ص۱۵۸ میں "ابن شیر خدا حضرت مولٰنا مرتضیٰ حسن صاحب رحمہ اللہ" لکھا ہے ان) کا فیصلہ بھی سن لیجئے "کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے"۔ نیز فرماتے ہیں:- "جو کسی ضروری دین کا انکار کرے چاہے تاویل کرے یا نہ کرے بہر صورت کافر ہے مرتد ہے۔ پھر جو اسے کافر ومرتد نہ کہے وہ بھی کافر ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (اشدّ العذاب ص۹، ص۱۶ طبع سطبع مجتبائی دہلی ولائل پور)

اعلیٰحضرت کے فتویٰ کی تصدیق مزید از در بھنگی صاحب:

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ در بھنگی صاحب موصوف نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے اس فتویٰ کی پُرزور طریقہ سے صریحاً بھی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ وہ مرزائیوں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰحضرت کے متعلق لکھتے ہیں:- اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیساکہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے .... کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے اھ ملخصاً بلفظہ ملاحظہ ہو (اشدّ العذاب ص۱۳-۱۴)

خلاصہ یہ کہ اصولی طور پر فریقین کے نزدیک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر ہے نیز یہ امر بھی متفق علیہ ہے کہ کافر کو کافر نہ سمجھنا بھی کفر ہے پس اب صرف یہ بات رہ جاتی تھی کہ اعلیٰحضرت رحمہ اللہ نے گکھڑوی صاحب کے جن اکابر کی تکفیر کی ہے ان سے واقعی توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت بھی ہے یا یہ بے بنیاد

امر ہے؛ تو اس کی وضاحت کیلئے ہم نے من و عن ان کی وہ گستاخانہ عبارات گذشتہ سطور میں نقل کردی ہیں جنہیں ہر ذی عقل سلیم منصف مزاج شخص پڑھ کر باسانی اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ اعلیٰحضرت اپنے مؤقف میں قطعاً حق بجانب ہیں اور آپ کا یہ فیصلہ ذاتیات کی بنیاد پر نہیں بلکہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ہے اور گکھڑوی صاحب کا یہ واویلا، خوف آخرت سے عاری ہو کر محض اپنی جھوٹی انا کو بچانے اور اپنے جرم کو چھپانے کی سازش کا نتیجہ ہے۔ پس اعلیٰحضرت مع الرفقاء لائق صد تحسین اور، گکھڑوی صاحب اینڈ کمپنی قابل لاحد نفرین ہیں۔

گکھڑوی صاحب کی ایک اور شکایت کا ازالہ

بیان بالا سے گکھڑوی صاحب کی اس شکایت کا بھی ازالہ ہو گیا ہے جو انہوں نے مولانا محمد طیب داناپوری کے حوالہ سے کی ہے کہ انہوں نے بھی اپنی کتاب تجانب اہلسنت (صفہ ۱۶) میں ان کے بعض دوسرے اکابر مثلاً ایڈیٹر النجم عبدالشکور کاکوروی، صدر مدرسہ دیوبند حسین احمد اجودھیاباشی، شبیر احمد دیوبندی عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفتی کفایت اللہ شاہجہانپوری اور ابوالکلام آزاد وغیرھم کو بھی نیز شبلی نعمانی اور الطاف حسین حالی کو بھی اسی مد میں رکھ کر انہیں کافر و مرتد کہا ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (راہِ سنت ص ۹)

کیونکہ یہ سب بھی ان گستاخانہ عبارات کے پرزور حامی، مؤیدکم از کم محرّرین کو قابل احترام بزرگان ماننے والے ہیں اور ابھی گکھڑوی صاحب کے بعض اکابر کے دو ٹوک فیصلے گذرے ہیں کہ کفر و ارتداد کا ارتکاب کرنے اور اسے کفر و ارتداد نہ سمجھنے والا دونوں برابر کے مجرم ہیں اور اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو گکھڑوی صاحب "شکایات کا ازالہ" کے زیر عنوان ابھی گذری ہے۔ پس صاحب تجانب کے اس کلام کی حیثیت، اکابر علماء عرب و عجم کے ان گستاخانہ عبارات کے خلاف فتوٰی کی روشنی میں محض اجمال کی تفصیل کی ہے۔ لا غیر۔ لہٰذا گکھڑوی صاحب کا یہ اعتراض سے الگ نہیں بلکہ یہ بھی بعینہٖ ان کا وہی سابقہ اعتراض ہی ہے جسے وہ کتاب کے حجم میں اضافہ نیز مزید واویلا کرنے کی غرض سے عنوان کو بدل کر لائے ہیں۔

رہا یہ کہ ان (مذکورہ حضرات) کے ان گستاخانہ عبارات کے قائل یا حامی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ تو اوّلاً :۔ اس کے لیئے ان کا اس جماعت کا ذمہ دار افراد ہونا بھی کافی ہے جبکہ اس جماعت کا فرد وہی ہو سکتا ہے جو ان عبارات کا قائل ہو ذمہ دار فرد ہونا تو اس سے اوپر کا درجہ ہے کیونکہ یہی گستاخانہ عبارات ہی اس جماعت کیلئے دوسروں سے مابہ الامتیاز ہیں۔

ثانیاً :۔ ان میں سے بیشتر وہ ہیں کہ جن کے ان گستاخانہ عبارات کی تائید میں لکھی گئی کتابوں پر تائیدی اور تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔ حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے (المہند اور سیف یمانی وغیرھما)

ثالثاً :۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے ان گستاخانہ عبارات کی تائید میں مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں چنانچہ **اوّل الذکر** (مولوی عبدالشکور صاحب) نے تھانوی صاحب کی گستاخانہ عبارت (نمبر   ) کی تائید میں "نصرت آسمانی" نامی کتاب لکھی اور اس میں واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ تھانوی صاحب کا علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید و عمر و وغیرھما سے تشبیہ دینا قطعاً گستاخی نہیں جبکہ ثانی الذکر (مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب) نے ان جملہ گستاخانہ عبارات کی حمایت میں "الشہاب الثاقب" کتاب تحریر کی۔

رابعاً :۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں خود اہل دیوبند نے بھی صلواتیں سنائی ہیں۔ چنانچہ ثالث الذکر (مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب) جنہیں گنگوہی صاحب نے "شیخ الاسلام" کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (راہ سنت ص ۹) خود اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولوی حسین احمد وغیرہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :۔ دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کیئے ہیں ہم کو

ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا آپ حضرات نے اس کا بھی تدارک کیا تھا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین مہتمم اور مفتی سمیت باستثناء ایک دو کے بلاواسطہ مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے اھ

ملاحظہ ہو (مکالمۃ الصدرین صہ۲۱ طبع دیوبند)

علاوہ ازیں مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب (جو تحریک پاکستان کے کٹر دشمن اور کانگریس کے پرزور حامی تھے انہوں) نے قائد تحریک پاکستان قائداعظم کو کافر کہا تو مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب (جو مخصوص دیوبندی سیاست کے پیش نظر، پاکستان کے حق میں رکھے گئے تھے) نے اس حوالہ سے گویا ٹانڈوی صاحب موصوف پر فتویٰ صادر فرماتے ہوئے فرمایا تھا "یہ پرلے درجے کی شقاوت وحماقت ہے کہ قائداعظم کو کافراعظم کہا جائے،، ملاحظہ ہو (مکالمۃ الصدرین صہ۳۲ طبع مذکور نیز خطبۂ صدارت شبیر احمد عثمانی صاحب صہ۴۸)۔

علاوہ ازیں مشہور دیوبندی عالم مولوی محمد یوسف بنوری صاحب نے ابوالکلام آزاد صاحب (ممدوح گکھڑوی) کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی نام کی تفسیر القرآن (ترجمان القرآن) میں بکثرت، سنت، اجماع امت اور جمہور سلف کی مخالفت کی ہے حتیٰ کہ انہوں نے یہودیت اور نصرانیت کو بھی موجب نجات قرار دیا اور تدلیسات وتلبیسات سے کام لیکر اس قسم کی بہت سی ہفوات کا اختراع کر کے عوام کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالا، وہ اس قابل نہیں کہ انہی دینی پیشوا مانا جائے وہ انتہائی مغرور شخص اور آئمہ دین خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سخت بے ادب اور گستاخ انسان تھے اور پکے غیر مقلد (ملخصاً) ملاحظہ ہو (یتیمۃ البیان صہ۲۳

ج ۱ صـ ۳۹ طبع ملتان)

نیز تھانوی صاحب نے انہیں نیچری قرار دیا ہے ملاحظہ ہو (الافاضات

الیومیہ صـ ۱۰۶ ج ۵)

نیز مولوی یوسف بنوری نے مولوی شبلی نعمانی صاحب کے سر سید احمد خان

کو اچھے لفظوں میں یاد کرنے کی بناء پر انہیں سخت سست کہتے ہوئے ان کے اس رویہ

کو مداہنت فی الدین، ان کا آپس کا روحانی رشتہ قرار دیا اور یہ بھی لکھا، "وانما

ابوح بہ علی اعین الناس اذ لیس من الدین ان یغمض عن کافر"

یعنی میں اس کا یہ پول اس لیے کھول رہا ہوں کہ کسی کافر سے چشم پوشی کرنا خلاف دین ہے

اھ۔ ملاحظہ ہو (یتیمۃ البیان صـ ۳۲ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان مطبوعہ

۱۴۱۷ ہجری)۔

لیجیے حالی صاحب؟ تو خود گنگوہی صاحب نے بھی صاحب تجانب سے یہ نقل کیا ہے

کہ وہ بھی نیچریہ سے تھے ملاحظہ ہو (راہ سنت صـ ۹ سطر ۶-۷) جبکہ ابھی تھانوی صاحب

کے حوالہ سے گذرا ہے کہ نیچری گمراہ ہیں۔ علاوہ ازیں بنوری صاحب نے پیر نیچر کے بارے

میں لکھا ہے کہ:- وہ سفیہ، جاہل، ضال، مضل، مسخرۂ شیطان، بصیرت کا اندھا

زندیق اور ملحد و بے دین اور کافر شخص تھا اھ ملخصاً ملاحظہ ہو (یتیمۃ البیان

صـ ۳۰-۳۱ ولفظہ ما ملخصہ: اقام لہ مع کفرہ والحادہ وتطہیر الدین

من خبائثہ وانجاسہ الفاضل الحبر مولانا ابا محمد عبد الحق

الدھلوی (وقال قبلہ) ھو رجل زندیق ملحد او جاھل ضال (الی)

فضل واضل الخ)

پس چاہیئے تو یہ تھا کہ گکھڑوی صاحب حالی صاحب پر رکھے گئے اس الزام کو اٹھاتے مگر وہ اس کے وزن کے نیچے دب کر رہ گئے۔ یا پھر پروگرام ہی یہ تھا کہ عوام کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر انہیں مشتعل کر دیا جائے اور ان کے اکابر کے پول کھولنے والے پر عوام کی جانب سے اپنے خصم پر پڑتی گالیاں سن کر جلتے کلیجہ کو ٹھنڈک پہونچائی جائے

علاوہ ازیں حالی صاحب غیر مقلدیت وہابیت زدہ بھی ہیں چنانچہ وہ سنّی مسلمانوں پر از راہ ظلم الزام کفر وشرک رکھتے ہوئے "مسدس" میں لکھتے ہیں،

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں، اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں۔ شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

جس کا وبال حدیث "فقد باء احدھما" کی رو سے خود انہی پہ لوٹتا ہے۔ نیز اپنے ان اشعار میں انہوں نے تقلید آئمہ پر بھی چوٹ کی ہے جس کی زد میں خود گکھڑوی صاحب بھی آتے ہیں۔ نیز گکھڑوی صاحب موصوف اپنی اسی کتاب راہِ سنّت کے ٹائیٹل پیج (ص ا) پر یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ وہابی، سنّی مسلمان نہیں ہیں پس ان کی اپنی تحریر کی رو سے حالی صاحب سنّی مسلمان نہ ہوتے۔ لہٰذا جسے وہ خود گمراہ اور خارج از اہلسنّت سمجھتے ہیں صاحب تجانب نے وہی بات لکھ دی تو ہانڈی میں اُبال کیوں آگیا؟۔

خامساً:۔ بلکہ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو خود گکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی ایمان وعقیدۂ صحیحہ کے حوالہ سے محلّ نظر ہیں جیسے ابوالکلام آزاد صاحب جن کے متعلق بنوری صاحب کے حوالہ سے ابھی گذرا ہے کہ وہ آئمہ دین کا سخت بے ادب قسم کا کٹّر غیر مقلد شخص تھا نیز حالی صاحب بھی جن کا حوالہ ابھی گذرا ہے جبکہ گکھڑوی صاحب اپنی کئی تالیفات میں غیر مقلدین کو اس قسم کے کئی تحفے دے چکے ہیں ملاحظہ ہو (ان کی کتاب مقام ابی حنیفہ

نیز طائفہ منصورہ وغیرھما)

رہے شبلی نعمانی صاحب؟ تو انہیں بھی گنگوہی صاحب کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے نیچری گمراہ قرار دیا ہے ملاحظہ ہو (الافاضات الیومیہ ص۱۰۶ ج ۵ زیر ملفوظ ۱۸۱ نیز ص۱۵۲

قائد اعظم اور علامہ اقبال کے حوالہ سے اعتراض کا محاسبہ

تجانب اہلسنّت کے حوالہ سے گکھڑوی صاحب نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ اس کے مؤلّف نے اس میں قائد اعظم محمد علی جناح اور شاعر مشرق جناب علامہ محمد اقبال نیز مسلم لیگ کے خلاف بھی فتوٰی صادر کیا ہے اور اس ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتاب پر (اعلیٰ حضرت کے منظور نظر مرید، مناظر اعظم حضرت مولٰنا) علامہ حشمت علی خان صاحب وغیرہ کی تصدیقات بھی ثبت ہیں۔ جس سے موصوف، عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ بریلویوں نے کسی کو بھی معاف نہیں کیا نیز یہ کہ وہ معاذ اللہ پاکستان دشمن ہیں (ملخصاً) ملاحظہ ہو (راہ سنّت ص۹)

حامیان و مخالفین پاکستان کون اس کا جواب

یہ ہے کہ کتاب مذکور کا یہ حصہ اور ان حضرات کا مسئلہ ہذا میں یہ مؤقف محض ان کا ذاتی اور انفرادی تھا جبکہ اہلسنّت، جماعتی سطح پر مسلم لیگ کے پرزور حامی ہی نہیں بنیادی سرپرست بلکہ حقیقی بانی تھے جس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرار داد پاکستان تو منٹو پارک (مینار پاکستان) لاہور میں سنہ ۱۹۴۰ء کو منظور ہوئی جبکہ علماء و مشائخ اہلسنّت نے آزاد اسلامی ریاست کے قائم کرنے کا فیصلہ مارچ ۱۹۲۵ء میں فرمایا تھا جب کہ دو قومی نظریہ کا تصور عرصہ دراز پہلے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ دے چکے تھے چنانچہ یہ فیصلہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں (جانشین و خلف اکبر اعلیٰ حضرت) کی،

زیر صدارت کیا گیا تھا اور " آل انڈیا سنی کانفرنس " کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کی گئی جس کے صدر امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری اور ناظم اعلیٰ صدر الافاضل حضرت مولانا مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (تلمیذ و خلیفۂ اعلیٰ حضرت) چنے گئے ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے وقت بھی علماء اہلسنت ہی پیش پیش تھے۔ چنانچہ اس موقع پر علامہ عبد الغفور ہزاروی اور علامہ ابو الحسنات سید محمد القادری وغیرہما دیگر اکابر کی موجودگی میں علامہ عبد الحامد بدایونی نے قرارداد کے حق میں خطاب فرمایا ۱۹۴۲ء ہی سے علماء اہلسنت اپنے جرائد و رسائل کے سرناموں پر " پاکستان " کا لفظ لکھتے تھے ۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء میں قومی اور فروری ۱۹۴۶ء میں صوبائی اسمبلیوں کا الیکشن ہوا تو علماء و مشائخ اہلسنت ہی تھے جنہوں نے بھرپور کوششوں سے مسلم لیگ کو بھاری اکثریت سے کامیاب کرایا۔ ۱۹۴۶ء میں دارالافتاء بریلی شریف سے قیام پاکستان کی حمایت میں علماء اہلسنت نے متفقہ فتویٰ جاری فرما کر اس کی مزید تائید فرمائی جس پر پچاس سے زیادہ علماء و مشائخ کے دستخط ثبت تھے جن میں سرفہرست جانشین اعلیٰحضرت مفتی اعظم حضرت مولٰنا مصطفیٰ رضا خان بریلوی حضرت صدر الافاضل اور حضرت صدر الشریعہ صاحب بہار شریعت کے اسمائے گرامی تھے۔ صفر ۱۳۶۵ ہجری مطابق جنوری ۱۹۴۶ء کو عرس اعلیٰحضرت رحمہ اللہ کے موقع پر اس تحریک کو مزید اجاگر کیا گیا اور اطراف و اکناف سے آئے ہوئے ہزاروں مندوبین کا ذہن مزید تیار کیا گیا۔ پھر جب ۱۹۴۶ء میں فیصلہ کن الیکشن ہوا تو مسلم لیگ کے حوالہ سے پاکستان کے حق میں سب سے پہلا ووٹ جگر گوشۂ اعلیٰحضرت مفتی اعظم ہند مولٰنا مصطفیٰ رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ ہی سے ڈلوایا گیا تاکہ آپکی برکت سے خاطر خواہ کامیابی ہو جس میں سو فیصد کامیابی ہوئی۔

مزید اپریل ۱۹۴۶ء فاطمہ باغ بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقد ہوئی جو چار روز جاری رہی جس میں کم وبیش پانچ ہزار علماء و مشائخ اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ عوام اہلسنت نے شرکت کرکے تجدید عہد اور یہ اعلان کیا کہ قائداعظم اپنے موقف (قیام پاکستان) سے دستبردار بھی ہو جائیں تو ہم پاکستان بنا کر ہی دم لیں گے۔ اس کے بعد بھی اسی قسم کی فقید المثال کانفرنسیں منعقد ہوتی رہیں۔ اس سلسلہ میں متذکرہ بالا علماء و مشائخ کے علاوہ جو دیگر اساتین اسلام پیش پیش تھے ان میں خلیفہ اعلیٰحضرت سید محمد محدث کچھوچھوی، خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی برہان الحق جبلپوری، خلیفہ اعلیٰحضرت شاہ عبد العلیم میرٹھی والد ماجد علامہ شاہ احمد نورانی نیز خود نورانی صاحب بھی نیز علامہ محمد بخش مسلم، غزالی زماں رازی دوراں ضیغم اسلام حجۃ اللہ فی الارض حضرت قبلہ علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی (وغیرھم) رحمہم اللہ اجمعین خاص طور پر قابل ذکر ہیں پھر پاکستان کے بن جانے کے بعد اس تنظیم کا نام جمعیۃ علماء پاکستان قرار پایا جس کے پہلے صدر حضرت سید ابو الحسنات اور ناظم اعلیٰ حضرت غزالی زماں چنے گئے..... اور یہ حضرت غزالی زماں کی تحریک سے ہوا۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے (تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم، فاضل بریلوی اور ترک موالات، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، ابو الکلام آزاد کی تاریخی شکست، اکابر تحریک پاکستان، حیات صدر الافاضل اور معارف رضا نیز کتاب البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ (وغیرھا کتب علماء و زعماء و دردمندان اہلسنت)

آمدم برسر مطلب:- پھر تصویر کا دوسرا رخ سامنے لائیے علماء دیوبند وغیرہ مقلدین جماعتی سطح پر نظریہ پاکستان کے کٹر مخالف اور کانگریس کے سرفروش حامی تھے۔ پھر بالکل اواخر میں جب علماء اہلسنت کی کوششیں رنگ لا رہی تھیں اور مخالفین کو یقین ہو

چلاکہ اب پاکستان کا قیام یقینی ہوگیا ہے تو محض از راہ سیاست (کہ پاکستان بن جانے کی صورت میں اپنا حق جتایا جاسکے) مولوی داؤد غزنوی غیر مقلد اور دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی کو مسلم لیگ کا حامی بنا کر اس میں گھسیڑ اگیا (ملاحظہ ہوں مذکورہ کتب وغیرہا) پس ان ناقابل تردید حقائق کے باوجود گکھڑوی صاحب کا اہلسنّت کو جماعتی سطح پر پاکستان مخالف بتانا ان کا سفید جھوٹ اور ان کی سراسر زیادتی نہیں تو اور کیا ہے ؟

علامہ حشمت علی اور صاحب تجانب کے مؤقف کی وضاحت :

واضح رہے کہ صاحب تجانب اہلسنّت علامہ طیب دانا پوری اور ان کے معتقدین حضرت مولانا حشمت علی خان (رحمہم اللہ تعالیٰ) نہ تو نظریہ پاکستان کے مخالف تھے اور نہ ہی کانگریس کے حامی تھے بلکہ اس حوالہ سے ان کا مؤقف یہ تھا کہ مسلم لیگ میں مختلف الخیال (بدمذہب اور صلحکلی) قسم کے لوگ بھی شامل ہیں جو کسی موقعہ پر ہمیں زک پہونچا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ مل کر یہ کام کرنے کی بجائے خالصتاً اپنے سیٹج سے کیا جائے جو کسی حد تک بہت دقیق بات تھی کیونکہ حضرت مولانا حشمت علی موصوف دیوبندیوں ہی سے نکل کر اعلیٰحضرت کے دست حق پرست پر تائب اور بیعت ہوئے تھے جو اپنی سابقہ جماعت کی ایک ایک چالبازی سے پوری طرح واقف اور بھولی بھالی سُنّی قوم کے خلاف ان کے داؤں سے خائف تھے۔ جبکہ جماعتی سطح پر علماؤ مشائخ اہلسنّت کا مؤقف اس بارے میں یہ تھا کہ یہ خطرہ اپنی جگہ مسلم ہے مگر دوسری طرف بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان لوگوں کو ہاتھ میں لیئے بغیر خاطر خواہ کامیابی ممکن نہیں جبکہ کمان بھی اپنے ہاتھ میں ہے جس کی وضاحت قائداعظم کے متعلق اس قسم کے سوال کے جواب میں حضرت

امیر ملت علیہ الرحمۃ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں ہم سب کا کام ہے جس کو وہ کر رہے ہیں یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مذہب و مسلک کیا ہے تم نے کون سی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب دریافت کرتے ہو،

سیرت امیر ملت ص۴۸۱ طبع کراچی)

پھر ان میں جو دنیادار قسم کی صلحکلی قسم کی شخصیات ہیں ان کی اصلاح کی بھی امید ہے پس (حدیث) فاختاراهون نهما) کے پیش نظر حکمت کا تقاضا اس سیاسی اتحاد کو ہی گوارا کر لینے میں ہے۔ الغرض علماء و مشائخ نے جماعتی سطح پر عملی طور پر ادر ہر حوالہ سے ان حضرات کے انفرادی موقف کو رد کر دیا لہذا ان کا یہ انفرادی عمل اہلسنت کا اجتماعی اور جماعتی فیصلہ ہرگز نہیں۔ بہرحال علماء و مشائخ اہلسنت نے دنیادار قسم کے قائدین تحریک پاکستان کے سروں پر برابر سے دست شفقت دراز کئے رکھا اور " ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة " کے تقاضوں کے مطابق ان کے اصلاح احوال میں بھی کوشاں رہے چنانچہ ان کی وہ کوششیں بارآور ثابت ہوئیں نیز حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب نے بھی حضور مفتئ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس موقف سے توبہ کی جس کی بعض دستاویزات حسب ذیل ہیں۔

تجانب اہلسنت کے بارے میں حضرت غزالی زماں کا بیان

چنانچہ تجانب اہلسنت کے متعلق امام اہلسنت غزالی زماں رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب (محررہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں تحریر فرمایا ہے (بجو رئیس القلم علامہ عبد الحکیم

شرف قادری مدظلہ العالی کے ہاں محفوظ ہے) کہ ،۔ "تجانب اہلسنت کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے۔ لہٰذا اہلسنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے۔ سالہا سال سے یہ وضاحت اہلسنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔

(ملاحظہ ہو "احسان الٰہی ظہیر کی کتاب البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" صہ ۷۱، ۷۲، طبع لاہور جنوری ۱۹۹۵ء مطبوعہ از علامہ شرف دام ظلہم)

مولانا حشمت علیخان کے بارے میں آپکا بیان:

نیز مولانا حشمت علیخان علیہ الرحمۃ کے رجوع فرمالینے کے بارے میں حضرت غزالی زماں قدس سرہٗ اپنے اسی مکتوب میں فرماتے ہیں" مولانا حشمت علیخان کے بارے میں مشہور اور ناقابل انکار واقعہ ہے کہ انہوں نے بریلی شریف جا کر مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں منعقد ہونیوالی آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس کی مخالفت سے توبہ کی تھی،، اھ

ملاحظہ ہو (تحقیقی وتنقیدی جائزہ صہ ۷۲ طبع مذکور)

علامہ شرف صاحب سے مزید وضاحت:

علامہ زماں شرف ملت حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب القادری دامت برکاتہم اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں ،،

• "تحریک پاکستان کے زمانے میں علمائے اہلحدیث اور علمائے دیوبند کی اکثریت مخالف تھی البتہ بعض علماء حامی تھے، مولوی داؤد غزنوی اہلحدیث اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی آخر میں جاکر مسلم لیگ میں شریک ہوئے۔ جبکہ اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے تمام تر علماء پاکستان اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔ اکّا دکّا جیسے مولٰنا حشمت علی وغیرہ ضرور اختلاف رکھتے تھے لیکن وہ بھی نظریہ پاکستان کے مخالف یا کانگریس کے حامی نہ تھے۔ ان کا اختلاف محض اس بنا پر تھا کہ مسلم لیگ مختلف بد مذہبوں کا ملغوبہ ہے۔ ہم اس کی حمایت نہیں کر سکتے۔ اہلسنت کی نمائندہ تنظیم "آل انڈیا سنی کانفرنس" چونکہ مسلم لیگ کی حامی تھی اس لئے وہ اس تنظیم سے بھی اختلاف رکھتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس" بنارس کے اجلاس میں پانچ ہزار علماء ومشائخ نے ڈنکے کی چوٹ پر مطالبہ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کر کے ان حضرات کا انفرادی موقف مسترد کر دیا تھا بعد میں مولٰنا حشمت علیخان نے بریلی جاکر سنی کانفرنس کی مخالفت سے رجوع کر لیا تھا۔ جس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے سنی کانفرنس کی مسلم لیگ سے حمایت تسلیم کر لیا تھا" اھ

ملاحظہ ہو (تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص۷۲)

نیز اسی کے ص۶۷ پر ارقام فرماتے ہیں:۔ "چند افراد کے افکار کی ذمہ داری تمام جماعت پر کس طرح ڈالی جاسکتی ہے؟ ہمارے علماء نے بھی لگی لپٹی کے بغیر بجانب اہل السنۃ کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کردیا ہے" اھ

قائداعظم پر صحبت علماء و مشائخ اہلسنت کا رنگ

قائداعظم پر دیگر علماء و مشائخ اہلسنت کی عموماً اور مجسم عشق رسالت امیر ملت، ابوالعرب حضرت سید جماعت علیشاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دائمی خصوصی شفقت کا یہ اثر ہوا کہ دینی و مذہبی اور روحانی حوالے سے ان میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی بلکہ قائداعظم اپنی کوششوں کی کامیابی اور قیام پاکستان کو حضور امیر ملت کی روحانی توجہات کا نتیجہ سمجھتے تھے جس کی وضاحت ان کے آپس کے مراسلات وغیرہ سے ہوتی ہے جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

حضرت امیر ملت اور قائداعظم کے مابین تاریخی مراسلہ

چنانچہ ۱۹۴۳ء میں جب ایک بدبخت نے قائداعظم پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا تو اس موقعہ پر حضرت امیر ملت نے اپنے خلیفہ مجاز نخشبی مصطفےٰ علی خان صاحب کو اپنی طرف سے مزاج پرسی کے لیے بھیجا۔ ساتھ ہی تحفہ کے طور پر قرآن مجید تسبیح، جائے نماز، شال، دھسہ اور دوسری قیمتی چیزیں بھی روانہ فرمائیں اور دستی مکتوب بھی ارسال فرمایا جس میں تحریر فرمایا تھا کہ قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام ہے لیکن میں اب ۱۰۰ سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر پڑا اس میں آپ کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے۔ آپ کی کامیابی کے لیئے نیک فال ہے۔ آپ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے آپ کو حصول مقصد میں خواہ کتنی بھی دشواریوں کا سامنا ہو۔ آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کامیاب فرمانا چاہتا ہے اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کرے۔ ہم سب آپ کے معاون ومددگار رہیں گے آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے ذرّہ بھر نہیں ہٹیں گے۔" اھ

ملاحظہ ہو (سیرت امیر ملت ص۴۷۶ تا ص۴۷۸ مؤلفہ نبیرہ امیر ملت سید اختر حسین مدظلہ طبع کراچی، مطبوعہ ۱۴۱۰ ہجری)

قائداعظم کا جوابی مکتوب

حضرت امیر ملت رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کے جواب میں جناب قائداعظم نے ایک خط بھیجا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ "جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا!

آپنے قرآن شریف اس لیئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں ...ک قرآن اور دین کا علم نہ ہو کیا لیڈری کر سکتا ہوں؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا انگریزی ترجمے میں نے منگوا لیئے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جانماز آپ نے اس لیئے عطا کیا ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ

کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھا کروں گا۔ تسبیح آپ نے اس لیے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں۔ جو شخص اپنے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل نہیں کیسے ہوسکتی ہے؟ میں اس اشارے کی بھی تعمیل کروں گا۔ اھ

ملاحظہ ہو (سیرت امیر ملت ص۴۸۰ طبع مذکور)

قائد اعظم کا امیر ملت سے ادب

قائد اعظم، حضرت امیر ملت کی بزرگی، عظمت اور اخلاص وتقویٰ سے اس قدر متاثر تھے کہ وہ ان کے حضور سراپا ادب بن جاتے۔ چنانچہ ایک بار حضرت امیر ملت نے ان کی دعوت کی۔ جب وہ حاضر ہوئے تو حضرت نے کھڑے ہو کر ان سے معانقہ کیا اور اپنے بستر پر بیٹھنے کی فرمائش کی۔ قائد اعظم نے انکار کیا۔ آپ نے پھر اصرار فرمایا تو انہوں نے کہا کہ بے ادب اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا کرتا میرا مقصد پاکستان بنانا ہے۔ آپ مجھے اس مقصد سے محروم نہ کریں۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ فوراً بیٹھ گئے اور قائد اعظم سے کہا آپ جہاں پسند کریں تشریف رکھیں قائد اعظم آپ کے پاس ہی قالین پر بیٹھ گئے اھ۔

ملاحظہ ہو (سیرت امیر ملت ص۴۸۴ طبع مذکور)

قیام پاکستان کے بارے میں امیر ملت کی پیشگوئی

حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ نے ایک بار پُرجوش انداز میں فرمایا

پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ بارگاہ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے۔ پاکستان ہم سب کا ہے، اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے وہ ہمارا کام کر رہے ہیں ہمارے وکیل ہیں اھ

ملاحظہ ہو (سیرت امیر ملت ص۴۸۳)

نیز اسی میں ص۴۸۵ پر) ہے کہ حضرت قائداعظم کو نقدی کے علاوہ دو جھنڈے عطا کیے نیز پاکستان کے قائم ہو جانے کی دعا فرما کر انہیں گلے سے لگایا اور رخصت کیا۔ گویا جھنڈے دیکر کامیابی کا مژدہ سنایا (ملخصاً)

اس پر قائداعظم کے تأثرات

اس سے قائداعظم بہت متأثر ہوئے چنانچہ ایک بار لاہور میں لاکھوں کے اجتماع میں برملا کہا:۔ میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے"۔

ملاحظہ ہو (سیرت امیر ملت ص۴۸۵ طبع مذکور)

قائداعظم کے آخری لمحات

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی توجہات اور آپ کے فیض صحبت ہی کا اثر تھا کہ قائداعظم کے آخری لمحات میں ان کی زبان پر کلمہ طیبہ

بھی جاری ہوا۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کا بیان ہے کہ "قائد اعظم نے مجھے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ فاطمی! خدا حافظ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد قائد اعظم ہمیشہ خاموش ہو گئے" اھ

ملاحظہ ہو (قائد اعظم بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ص ۷۰-۷۱ از سید صابر حسین بخاری - طبع بزم رضویہ لاہور)

نیز ملاحظہ ہو (ان کا ایک اور مقالہ "قائد کا مسلک" نیز ملاحظہ ہو ماہنامہ کنز الایمان لاہور قائد اعظم نمبر)

علامہ اقبال کا تحقیقی مسلک

مفکرِّ پاکستان، شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال صاحب کو بھی علماء و مشائخ اہلسنّت کے فیضِ صحبت سے وافر حصّہ ملا۔ چنانچہ اسی کے اثر سے انہیں بھی صحیح سمت کے متعین کرنے کی، قدرت نے رہنمائی کی اور انہوں نے پھر بھر اکر دو ٹوک فیصلہ صادر فرمایا کہ اسلام کے نام لیوا یوں تو بہت ہیں مگر صحیح معنی میں اس کے دامن مقلدین اہلسنّت وجماعت ہی اور وہ خود بھی اسی کے پیروکار ہیں۔ چنانچہ اپنے بیٹے جاوید اقبال کے نام خصوصی وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں،

باقی دینی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا جو ارکان دین میں سے نہیں ہیں سلف صالحین کا پیروکار ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لیئے ہیں ان سے احتراز کرے۔ بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے۔ میرے خیال میں بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادری منافع کی خاطر قربان کر دے۔ غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہلسنّت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہیئے، اور آئمہ اہلبیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہیئے۔ اھ

ملاحظہ ہو (دعوت فکر صـ۸ بحوالہ اوراق گم گشتہ صـ۲۶۷، صـ۲۶۸ مرتبہ رحیم بخش شاہین مطبوعہ

لاہور۔ نوٹ: علامہ کی یہ تحریر ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کی ہے)

علامہ موصوف کی مسلکی نوعیت

واضح رہے کہ علامہ موصوف کے اس وصیت نامہ میں جس طریقہ اہلسنت کو محفوظ اور جس کا انہوں نے خود کو تابع بتایا اور اپنے بیٹے کو اس کی اتباع کی تلقین فرمائی ہے۔ اس سے ان کی مراد سنی حنفی بریلوی مکتب فکر ہے بالفاظ دیگر انہوں نے سنی بریلوی بریلوی مکتب فکر ہی کو بڑی تحقیق کے بعد برحق قرار دیا تھا اور ان کا اپنا مختار و معمول بھی یہی تھا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے صاحب الفکر ہونے کے قائل تھے۔ نیز سرخیل علماء دیوبند پر کڑی تنقید کرتے ہوئے انہوں نے انہیں مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر بتایا نیز اکابر علماء دیوبند کی مشہور گستاخانہ عبارات (جو اختلاف کی بنیاد ہیں اور بالحوالہ گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہیں) ان کے ملاحظہ میں لائی گئیں تو انہوں نے اس پر ان کے قائلین کو مستحق عذاب قرار دیا۔ علاوہ ازیں مشہور نجدی حکمران ابن سعود کے مزارات مقدسہ کے ساتھ ناروا سلوک پر اسے آپنے تنبیہ بھی فرمائی علاوہ ازیں ان کی متعدد تحریرات بھی ان کے اسی نظریہ کے حامل ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ اس سب کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں۔

علامہ صاحب کا سلسلہ ارادت:۔ علامہ صاحب ۱۳ نومبر ۱۹۱۷ کے تحریر کردہ اپنے ایک مکتوب بنام سلیمان ندوی میں لکھا ہے "میں خود سلسلہ بیعت رکھتا ہوں (ملخصاً) ملاحظہ ہو (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ص ۹۹ شمارہ جولائی ۱۹۷۶ء)

اعلیٰحضرت سے علامہ صاحب کی ملاقات

حضرت شاہ مانان میاں قادری آف پیلی بھیت (بھارت) کا بیان ہے کہ "انجمن نعمانیہ ہند (لاہور) پورے پاک و ہند میں وہ پہلی مذہبی انجمن تھی جس کے علمی اور تبلیغی کارنامے تاریخی حیثیت رکھتے تھے۔ انجمن کے ہی ایک اجتماع میں اعلیٰحضرت سے علامہ اقبال نے نیاز حاصل کیا تھا اور اپنی ایک نعت اعلیٰحضرت کو سنائی تھی۔ جسے آپنے پسند فرمایا تھا" اھ

ملاحظہ ہو (حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی" مؤلفہ شاہ ماما میاں قادری صفحہ ۱۵۷ طبع کراچی مطبوعہ ۱۹۷۰ء از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب طبع اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ بحوالہ سوانح اعلیحضرت بریلوی مؤلفہ

اعلیحضرت کے بارے میں علامہ کے تاثرات

ڈاکٹر عابد احمد علی

ایم اے ڈی فل (آکسفورڈ) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تلمیذ اعلیحضرت مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے علامہ اقبال کو کھانے پہ مدعو کیا اور وہاں محفل میں اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ذکر چھڑ گیا۔ علامہ نے آپ کے بارے میں یہ تاثرات ظاہر فرمائے کہ " وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ان کے فتاوٰی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہ تھے ہندوستان کے اس دور متأخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین بمشکل ملے گا" اھ

ملاحظہ ہو (حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی صفحہ ۱۸ طبع مذکور بحوالہ مقالات یوم رضا حصہ سوم صفحہ ۱۰ مطبوعہ ۱۹۷۱ء از عبدالنبی کوکب)

نوٹ: بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ بہت صاحب الرای تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ اظہار رائے سے قبل وہ غواصی کی حد تک تحقیق فرماتے تھے جس کے بعد انہیں اپنی رائے کے بدلنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔ ملاحظہ ہو (فتاوٰی رضویہ جلد چہارم، عرض ناشر طبع لائل پور۔

دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات کے بارے میں علامہ کا فیصلہ

شہزادہ اعلحضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمتہ والرضوان کے تلمیذ، خلیفہ اور داماد، سابق مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف و شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ (سندھ) استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی تقدس علیخان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا (جو ریکارڈ پر محفوظ ہے) کہ "

غالباً یہ ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے جبکہ مسجد وزیر خان (لاہور) میں آخری فیصلہ کن مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حضرت حجتہ الاسلام قبلہ قدس سرہ' بنفس نفیس لاہو تشریف لے گئے تھے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوت دے کر ان کیلئے ڈبہ ریزرو کر کے ان کی آمد کا انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن باوجود اصرار کے وہ نہیں آئے۔ اسی موقع کسی مقام پر حجتہ الاسلام قدس سرہ اور ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت موصوف نے واپسی پر بریلی شریف کے چند احباب کے سامنے یہ تذکرہ فرمایا کہ دیوبندی حضرات کی گستاخانہ عبارتیں ڈاکٹر صاحب موصوف کے سامنے پڑھی گئیں تو ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کہا مولانا! یہ ایسی عبارات، گستاخانہ ہیں، ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔ ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہئیے اھ

ملاحظہ ہو (دعوت فکر صہ ۳۵/۱۰۶ طبع کراچی از علامہ محمد منشا تابش قصوری دامت برکاتہم)

نوٹ : یہ مکتوب گرامی ۱۲، ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ کا تحریر فرمودہ ہے جس کا عکس کتاب مذکور میں محفوظ ہے۔

مولوی حسین احمد دیوبندی نیز دیوبند کے متعلق علامہ کے تاثرات

صرف اسی پر بس نہیں علامہ موصوف نے اپنے کلام کا حصہ بناتے ہوئے دیوبندی حضرات کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ دیوبند حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے بے خبر اور کانگریسی نیز بولہبی وغیرہ کہہ کر ان کی درگت بھی بنائی ہے۔ چنانچہ فارسی زبان میں آپ کا مشہور قطعہ

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ ۔۔۔ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است ۔۔۔ چہ بے خبر ز مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی است

بہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ۔۔۔ اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

ملاحظہ ہو:

سلطان عبد العزیز ابن سعود نجدی پر علامہ کی برہمی

نیز علامہ کے سنی حنفی بریلوی مکتب فکر کا حامل ہونے کی دلیل ان کے وہ اشعار بھی ہیں جن میں انہوں نے مشہور نجدی حکمران ابن سعود کو جواب دیتے ہوئے رقم فرمایا ہے

تو ہم آں مئے بگیر از ساغر دوست
کہ باشی تا ابد اندر بر دوست

؎ سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں
بروبم از مژہ خاک در دوست

نیز

؎ تو سلطان حجازی من فقیرم ولے در کشور معنی امیرم
؎ جہانے کو ز تخم لا الٰہ است بیا بنگر بہ آغوش ضمیرم

ملاحظہ ہو (ارمغان حجاز صـــ)

اس کی تشریح کرتے ہوئے پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب (شرح ارمغان حجاز میں) رقمطراز ہیں، چونکہ نجدی وہابی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتے اس لیے اقبالؒ نے سچے عاشق رسول کی حیثیت سے سلطان ابن سعود نجدی کو عشق رسول کا پیغام دیا ہے، اور نجدیوں کے اس اعتراض کا کہ اہلسنت حضور کے روضۂ مبارک کو سجدہ کرتے ہیں، جواب دیا ہے کہ اے عبدالعزیز جسے تو اپنی کم فہمی کی بنا پر سجدہ سے تعبیر کرتا ہے، یہ سجدہ تو نہیں ہے میں تو اپنے محبوب کے دروازے پر پلکوں سے جھاڑو دے رہا ہوں۔ اے ابن سعود! تو نجد و حجاز کا حکمران ہے اور میں تیرے سامنے اگرچہ فقیر ہوں لیکن جہاں تک اسلام کی حقیقت سے آگاہی کا سوال ہے، تو میرے سامنے فقیر ہے اور میں امیر ہوں۔ وہ جہاں جو توحید الٰہی کے عقیدہ اور اس کے پیدا سامنے ہوتا ہے میرے دل میں بخوبی جلوہ گر ہے'' اھ

ملاحظہ ہو (شرح ارمغان حجاز صـ۱۵۱)

علامہ اقبال اور عقیدۂ مشکل کشائی

علامہ اقبال، اہلسنت کی طرز پر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے "مشکل کشا" کے الفاظ کے بھی قائل ہیں جو ما نحن فیہ (ان کے سنی حنفی بریلوی ہونے) کی دلیل ہے جبکہ علماء، دیوبند کے نزدیک یہ عقیدہ شرکیہ ہے جس کے لئے کسی ثبوت کی حاجت نہیں۔ چنانچہ علامہ صاحب موصوف حضرت سیدہ زہرا بتول صلوات اللہ وتسلیماتہ علی ابیہا وعلیہا کے امتیازات پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے ایک فارسی قطعہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ے مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز — از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

ے نور چشم رحمۃ اللعالمین — آں امام اولین و آخرین

ے بانوے آں تاجدار هل اتیٰ — مرتضیٰ، مشکل کشا، شیر خدا

ے مادر آں مرکزِ پرکارِ عشق — مادر آں قافلہ سالارِ عشق

ملاحظہ ہو (

قائداعظم اور علامہ اقبال کے حوالہ سے

گھڑوی صاحب کے واویلا کی اصل وجہ

قائداعظم اور علامہ اقبال کے حوالہ سے گھڑوی صاحب کا (بجانب کی آڑ میں) یہ واویلا ان حضرات سے کسی قسم کی ہمدردی کی بناء پر نہیں بلکہ وہ دراصل

اپنے اس شور وغل کے ذریعہ اپنے جرم کو چھپانا اور اپنے اکابر کے ان فتووں سے عوام کی توجہ ہٹانا چاہتے ہیں جن میں جناب علامہ اقبال کو انہوں نے کافر و مشرک نیز جناب قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم قرار دیا ہے۔

علامہ اقبال پر دیوبندی فتوے

علامہ صاحب کو تو انہوں نے یوں بھی کافر و مشرک کہا کہ وہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو "مشکل کشا" کے لقب سے یاد فرماتے تھے (جیسا کہ ابھی با حوالہ گذر چکا ہے) جس کے متعلق علمار دیوبند کا فتویٰ یہ ہے کہ

"اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیار و اولیار سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ خواہ بھوت و پری سے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے.........

کسی انبیار و اولیار کی پیر و شہید کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف .... ثابت کرے .... اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے.......... پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے اھ ملخصاً بلفظہ

(ملاحظہ ہو: تقویتہ الایمان صـ۲۲ مولوی اسماعیل دہلوی طبع کراچی)

نیز اسی کے ص۴۳ پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں انتہائی روکھے سوکھے اور بے ادبی کے انداز میں لکھا ہے جس کا نام "محمدؐ" یا "علی" ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اھ بلفظہٖ

محولہ بالا کتاب تقویۃ الایمان کی حیثیت علماء دیوبند کے ہاں کیا ہے؟ اس کی وضاحت میں گکھڑوی صاحب کے مذہب کے امام ۲ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے لکھا ہے"

"کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے ...... اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے۔ اس کے رکھنے کو جو کفر کہتا ہے خود یا کافر ہے یا فاسق بدعتی ہے"، اھ

ملاحظہ ہو (فتاوٰی رشیدیہ ص۱۹۴ طبع محمد علی کارخانہ کراچی ص۳۸)

علاوہ ازیں اہل اللہ کے حق میں عطائی عقیدۂ مشکلکشائی کے شرک ہونے کا فتوٰی دیوبندیوں کی مشہور کتاب بہشتی زیور وغیرہ میں بھی ہے۔ نیز مشہور دہلوی مبلغ مولوی غلام خان صاحب نے اس کے متعلق لکھا ہے :۔ "کوئی کسی کے لئے حاجت روا اور مشکل کشا کس طرح ہو سکتا ہے؟ ایسے عقائد والے لوگ بالکل پکے کافر ہیں ان کا کوئی نکاح نہیں۔ ایسے عقائد پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے، وہ بھی ویسا ہی کافر ہے اھ

ملاحظہ ہو (جواہر القرآن ج ص۱۴۷ طبع تحت)

قائد اعظم پر دیوبندی فتوے:

رئیس احمد جعفری نے "حیات محمد علی" نامی کتاب میں دیوبندی مولویوں کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔ "ان کے نزدیک لیگ اسلام کی طرف سے محض بے پرواہی نہ تھی بلکہ دشمن اسلام تھی۔ ان کے نزدیک قائد اعظم کافر اعظم تھے"، اھ

ملاحظہ ہو (وہابی مذہب ح ۱ ص ۳۹۷ مؤلفہ مولانا ضیاء اللہ قادری رحمہ اللہ طبع سیالکوٹ)

بحوالہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۳

نیز مجموعہ خطبات عثمانی میں ہے:۔ مولوی حسین احمد صاحب صدر مدرسہ دیوبند نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیتے ہوئے قائد اعظم کو کافر اعظم ہونے کا فتویٰ دیا تھا (ملخصاً)۔

علاوہ ازیں مولوی ظفر علی خان دیوبندی لکھتے ہیں

احرار کی شریعت کے امیر مولانا سید عطاء اللہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔ اوکما قال،

پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے، غصہ میں آکر ہونٹ چباتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار جینا (قائد اعظم محمد علی جناح) اور شوکت اور ظفر، جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں اھ

ملاحظہ ہو (چمنستان ص ۱۲۵ طبع پبلشرز یونائیٹڈ چوک انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۴۴ء)

علاوہ ازیں مولوی مظہر علی اظہر احراری (جنہیں لوگ اس زمانہ میں مولوی اِدھر علی اُدھر کہتے تھے) سے منسوب ہے کہ انہوں نے قائدِ اعظم کے بارے میں یوں گوہر افشانی فرمائی تھی۔

؎ ایک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائدِ اعظم ہے کہ ہے کافرِ اعظم

ملاحظہ ہو (وہابی مذہب ح ا صفحہ ۳۹۷ طبع قادری کتب خانہ سیالکوٹ)

نوٹ: یہ الزام از راہ عناد ہے ورنہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے کہ قائدِ اعظم کی ان زوجہ کو قبل نکاح حضرت شاہ عبد العلیم میرٹھی کے صاحبزادہ علامہ نذیر احمد میرٹھی نے کلمہ پڑھایا تھا اور نکاح بھی (کمافی نداء اہلسنّت لاہور وغیرہ)

عہ سعیدی بقلمہٖ

تکفیر روافض وغیرہم پر گکھڑوی صاحب کی برہمی

اس مقام پر گکھڑوی صاحب نے تجانب اہلسنّت اور اس کے مؤلف و مصدّقین پر اس حوالہ سے بھی دانت پیستے ہوئے سخت برہمی اور دکھ کا اظہار کیا ہے انہوں نے قادیانیہ، روافض اور آغا خانیہ کی بھی تکفیر کی ہے۔ ملاحظہ ہو (راہ سنت صفحہ ۹ سطر ۸، ۹)

پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ تھوڑا سا آگے چل کر ان کے حق میں مسلمان کا لفظ بھی بولا ہے،

حیث قال:۔ "غرضیکہ ہندوستان کا کوئی بھی مشہور فرقہ عالم اور لیڈر ایسا نہیں

ہے جو اس غالی فرقہ کے نزدیک کافر، مرتد اور خارج از اسلام نہ ہو" اھ بلفظہ ملاحظہ ہو۔ (راہ سنّت ص ۹ سطر ۱۸، ۱۹)

اقول :- یہ گکھڑوی صاحب اینڈ کمپنی کے اندرون خانہ ان فرق باطلہ سے گٹھ جوڑ اور انڈر سٹینڈنگ کا مظہر اور اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کی جماعت کی تنظیمات کے شیعہ اور قادیانیوں کے خلاف کافر کافر کے نعرے محض ڈھونگ ہیں یہی وجہ ہے کہ کل تک جو لوگ "کافر کافر شیعہ کافر" کے نعرے لگاتے تھے۔ یہاں تک کہ لیٹرینوں میں ڈیل کام سرانجام دیتے ہوئے اس کی وال چاکنگ کرتے تھے۔ ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے قومی اور صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں یک جان دو قالب ہو کر پنجہ میں پنجہ ڈالے ایک ہی چھابی پر ایک ہی پلیٹ میں کھا پی رہے ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کا اوڑھنا بچھونا بنے ہوئے ہیں۔ فیاللعجب

بہرحال گکھڑوی صاحب نے اس سے اصل حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے جس پر وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں اور اس میں سو فیصد سچے بھی کیونکہ قادیانی فرقہ ان کے بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے بالذات فیض کا ظلِّ عکس ہے (جس کی تفصیل کچھ پہلے گذر چکی ہے) جبکہ روافض کے بارے میں اصل عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی بے ادبی کرنے حتیٰ کہ انہیں معاذ اللہ کافر کہنے والا کافر تو کجا اہلسنّت وجماعت سے خارج بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (ان کے امام گنگوہی صاحب کا مجموعہ فتاویٰ۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۳ ص ۲۴۸ طبع محمد علی کراچی)

رہے آغاخانی؟ تو ان سے بھی گکھڑوی صاحب اینڈ کمپنی کا قارورہ ملتا ہے کیونکہ آغاخانی، اوتار کے قائل ہیں جبکہ اس کی اصل بھی بزرگان دیوبند سے دستیاب ہے

چنانچہ مشہور دیوبندی اہل قلم و تذکرہ نویس مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب اپنے شیخ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے "مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں۔ ایک بار سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب۔ بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی۔ رنڈیوں نے جواب دیا میاں صاحب ہم نے اس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو، اس نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں، میں زیارت کے قابل نہیں۔ میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا۔ چنانچہ رنڈیاں اسے لیکر آئیں، جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟۔ اس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب۔ بولے۔ بی تم شرماتی کیوں ہو۔ کرنیوالا کون اور کرانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے!۔ رنڈی یہ سن کر آگ ہوگئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولا قوۃ، اگرچہ میں روسیاہ و گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔ میاں صاحب۔ تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی۔

اھ بلفظہٖ

ملاحظہ ہو (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲ طبع ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور)

بے جا تکفیر کے الزام کا محاسبہ نیز چیلنج:

رہا گکھڑوی صاحب کا محض عوام کالانعام کو اشتعال دلانے کیلئے یہ الزام کہ مسلمانوں کا کوئی بھی مشہور عالم اور لیڈر ایسا نہیں جو ان کے نزدیک کافر، مرتد اور خارج از اسلام نہ ہو حتیٰ کہ اگر کوئی ان کے کفر میں شک اور توقف بھی کرے تو وہ بھی کافر، مرتد اور مستحق نار ابد ہے۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو (راہ سنت، ص ۹، کمامرّ انفاً، ایضاً) ----؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اوّلاً -- گکھڑوی صاحب کی یہ محض عوام کالانعام کو اشتعال دلانے کو ناروا کوشش ہے۔

ثانیاً -- اپنے جرم کو چھپانے کی مذموم کاوش بھی کیونکہ ان کے اکابر کے پر تشدّد فتووں کی زد میں آ کر امّت مسلمہ کا ہر فرد گھائل ہے حتیٰ خود ان فتویٰ بازوں کی امت بھی بلکہ وہ خود بھی ان کی لپیٹ میں آ کر لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں۔ ویسے تو ان حضرات کی متعلقہ موضوع کی جملہ کتابیں ماشاء اللہ نظر بد دور ایں خانہ ہمہ آفتاب است، کی مصداق ہیں اگر اس کیلئے صرف ان کی مرکزی کتاب تقویۃ الایمان کو سامنے رکھ لیا جائے تو صرف اس سے ہی قصّہ تمام ہو جاتا ہے جس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ مؤلّف تقویۃ الایمان نے شوق تکفیر و ذوق تشریک اس قدر تجاوز کیا ہے کہ مزارات مقدسین پر روشنی کرنے، ان پر غلاف ڈالنے اور ان پر شامیانہ کھڑا کرنے کے متعلق بھی لکھ دیا ہے کہ ''اس پر شرک ثابت ہوتا ہے'' بلکہ امور عامّہ پر حکم شرک

لگا دیا ہے۔ (ملاحظہ ہوں ''تقویۃ الایمان، ص۲۳، وغیرہ طبع کراچی) جو مضحکہ خیز بھی ہے کہ مؤلف تقویہ کے طور پر شرک اس طرح سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کام اللہ کیلئے ہوا سے مخلوق سے منسلک کر دیا جائے (جیسا کہ اس کی وضاحت خود اسی میں کئی مقامات پر موجود ہے) جس کا لازمی نتیجہ ان کے طور پر یہ ہوا کہ معاذ اللہ غلاف تو اللہ کے مزار پر ڈالنا چاہیے اور روشنی وغیرہ بھی اس کے مزار پر کی جانی چاہیے مگر اہلسنّت نے یہ معاملہ مزارات انبیاء اولیاء کرام علیہم السلام سے کر رکھا ہے جو بذات خود شرک ہے کہ اللہ حیّ وقیّوم اور حیّ لایموت کیلئے مزار اور غلاف وغیرہ چہ معنیٰ؟

پھر اپنے سمیت اپنوں کا صفایا اور بیڑا غرق کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

''حضرت نے فرمایا (الیٰ) پھر اللہ آپ ہی ایک ایسی باڑ بھیج دے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو گا مر جاویں گے''

اس کے بعد لکھا ہے:

''سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا''

(ملاحظہ ہوں ''تقویۃ الایمان، ص۴۵، طبع میر محمد، کراچی)

اس عبارت میں ایک تو بے شمار علامات قیامت کا انکار کیا گیا ہے جو ایک مستقل کفر بلکہ کئی کفریات کا مجموعہ ہے۔ دوسرے اپنے دور کے جملہ موجودین فی الارض کو کافر کہا گیا ہے جبکہ وہ خود نیز ان کے ماننے والے بھی ان میں شامل ہیں نتیجہ

صاف ظاہر ہے۔ فلنعم ما قیل ۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

چیلنج:

ثالثاً -- پھر بھی نہ مانیں تو ہمارا گکھڑوی صاحب کو ان کی تمام ذرّیت سمیت یہ کھلا چیلنج ہے کہ اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچّے ہیں اور ان میں ذرّہ بھر بھی جرأت وصداقت ہے تو سو پچاس نہیں، دس بیس بھی نہیں۔ اپنے حسب دعویٰ صرف اور صرف کوئی ایک ہی مثال (مطلوبہ معیاری ثبوت سے) پیش کرتے ہوئے کوئی سے ایک ہی ایسے عالم یا لیڈر کی نشاندھی کریں جسے امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلا وجہ شرعی کافر و مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا ہو۔ لیکن ہم بڑے ہی وثوق سے پیشگی عرض کیئے دیتے ہیں ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ شمشیر ان سے

یہ ملّا ، میرے آزمائے ہوئے ہیں

☆☆☆

الزام مذکور کا رد حضرت غزالی زماں سے

امام اہلسنت ضیغم اسلام حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی منفرد و ممتاز شان سے الزام ہذا کا جائزہ لیا ہے جو تبرک بھی ہے نیز ریکارڈ کے محفوظ کرنے کی غرض سے بھی اسے بھی قارئین کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر تحریر فرمودہ اپنے معرکتہ الآراء رسالہ مبارکہ "الحق المبین" شریف میں "تکفیر مسلمین" کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:

علماء اہلسنت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے علماء دیو بند کو کافر کہا۔ رافضیوں نیچریوں بابیوں بہائیوں حتیٰ کہ ندویوں کانگریسیوں لیگیوں بلکہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ گویا بریلی میں کفر کی مشین لگی ہوئی ہے جس کے نشانے سے کوئی مسلمان نہیں بچ سکا۔ اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہا جائے کہ سبحٰنک ھٰذا بہتان عظیم۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا مسلمان کی شان نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے کا وبال، کافر کہنے والے پر عائد ہوتا ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ علماء بریلی یا ان کے ہم خیال کسی عالم نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا خصوصاً اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز تو مسئلہ تکفیر میں اس قدر محتاط واقع ہوئے تھے کہ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے بکثرت اقوال کفریہ نقل کرنے کے باوجود لزوم و التزام کفر کے فرق کو ملحوظ رکھنے یا امام الطائفہ کی توبہ مشہور ہونے

کے باعث از راہ احتیاط مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر سے کفِ لسان فرمایا۔ اگرچہ وہ شہرت اس درجہ کی نہ تھی کہ کفِ لسان کا موجب ہوسکے۔ لیکن اعلیٰحضرت نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

(ملاحظہ فرمائیے الکوکبۃ الشہابیہ مطبوعہ اہلسنّت وجماعت بریلی صفحہ ۶۲)

حیرت ہے ایسے محتاط عالم دین پر تکفیر مسلمین کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔

ع :۔ بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجی است

دراصل اس پروپیگنڈے کا پس منظر یہ ہے کہ جن لوگوں نے بارگاہِ نبوت میں صریح گستاخیاں کیں، انہوں نے اپنی سیاہ کاریوں پر نقاب ڈالنے کیلئے اعلیٰحضرت اور ان کے ہم خیال علماء کو تکفیر مسلمین کا مجرم قرار دیکر بدنام کرنا شروع کردیا تاکہ عوام کی توجہ ہماری گستاخیوں سے ہٹ کر اعلیٰحضرت کی تکفیر کی طرف مبذول ہوجائے اور ہمارے مقاصد کی راہ میں کوئی چیز حائل نہ ہونے پائے لیکن باخبر لوگ پہلے بھی خبردار تھے اور اب بھی وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں" (اس کے بعد" ہمارا مسلک" کا عنوان قائم کر کے ارقام فرمایا ہے"

مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمہ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کریگا تو ہم اسکی تکفیر میں تامّل نہیں کریں گے۔ خواہ وہ دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی۔ اس بارے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک لیگی نے کلمہ کفر بولا تو ساری لیگ کافر ہوگئی یا ایک ندوی نے ایک التزام کفر کیا تو معاذ اللہ سارے ندوی مرتد ہوگئے۔ ہم تو بعض دیوبندیوں کی عبارات کفریہ

کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے چہ جائیکہ تمام لیگی اور سارے ندوی کافر ہوں ہم اور ہمارے اکابر نے بارہا اعلان کیا کہ ہم کسی دیوبند یا لکھنو والے کو کافر نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک صرف وہی لوگ کافر ہیں جنہوں نے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و محبوبان ایزدی کی شان میں صریح گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہ شدید کے انہوں نے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی۔ نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں اور گستاخیاں کرنے والوں کو مومن اہل حق اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں اور بس۔ ان کے علاوہ ہم نے کسی مدعی اسلام کی تکفیر نہیں کی۔ ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی ہے۔ اگر ان کو ٹٹولا جائے تو وہ بہت قلیل اور محدود افراد ہیں۔ ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے نہ بریلی کا۔ نہ لیگی نہ ندوی۔ ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں" اھ

(ملاحظہ ہو الحق المبین مشمولہ مقالات کاظمی جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ تا صفحہ ۲۵۹ طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال مطبوعہ ۱۳۹۸ھ)

مولٰنا حشمت علیخان کے فتویٰ اور

رجوع کے حوالہ سے اہم نوٹ

کتاب تجانب اہلسنّت کی تحریر کا آغاز ۱۳۶۰ ہجری میں ہوا اور تکمیل ۱۳۶۱ ہجری میں ہوئی جیساکہ اس کے پورے ناموں سے ظاہر ہے جو تاریخی ہیں یعنی حروف کے اعداد نکال کر جمع کرنے سے اس کی تاریخ تالیف نیز تاریخ تکمیل نکل آتی ہے چنانچہ اس کا اصل پورا نام یوں ہے :۔ ”تجانب اهل السنة عن اهل الفتنة“، جبکہ سن تکمیل کے حوالہ سے پورا نام اس طرح ہے :۔

اجتناب اهل السنة عن اهل الفتنة“

(ملاحظہ ہو ٹائیٹل پیج کتاب مذکور ۔ نیز اس کا ص۴۷ جس پر ۱۳۶۰ ہجری کی تاریخ درج ہے)

جبکہ آل انڈیا سنّی کانفرنس بنارس ۱۳۶۰ ہجری کے بعد ہوئی تھی اور حضرت مولٰنا حشمت علیخان علیہ الرحمۃ کا اپنے مؤقف سے رجوع اس کانفرنس کے بعد عمل میں آیا تھا۔ پس کتاب ان کے رجوع سے پہلے کی ہوئی۔ لہٰذا اس شش و پنج میں پڑکر یا ڈال کر کسی کو پریشان ہونے یا کرنے کی ضرورت و گنجائش نہیں کہ کیا معلوم کتاب مذکور، بعد کی تصنیف قرار پاکر انکار رجوع عن الرجوع ہو فافهم

علاوہ ازیں کتاب مذکور کے مندرجات ۱۹۴۶ء سے قبل کے ہیں جبکہ اس کے بعد علماء و مشائخ اہلسنت کی شفقتوں کی برکت سے خصوصیت کے کے ساتھ قائداعظم اور ڈاکٹر علامہ اقبال میں روحانی انقلاب پیدا ہوا تو اب وہ فتوے اور انکی تصدیقات ان پر قطعاً صادق نہیں آتے کیونکہ بغرض تسلیم ان کی جو بنیاد تھی وہ نہ رہی۔ (فاحفظه فانه ينفعك كثيرا في الكثير)

علامہ حشمت علی کے متعلق گھڑوی صاحب کی شستہ زبانی کا محاسبہ

حضرت مولانا حشمت علیخان رحمۃ اللہ علیہ کو اہلسنت وجماعت ان کی کئی متعلقہ خوبیوں کی بنا پر "شیر بیشۂ سنت" کے لقب سے یاد کرتے تھے گھڑوی صاحب نے انہیں بگاڑ کر انہیں "شیر بیشہ" لکھا ہے جو ان کی ، حضرت موصوف کو شدید گالی ہے اگر ہماری بجائے کوئی اور ہوتا تو وہ اس کے جواب میں انہیں "روباہ دشت" کہہ دیتا جو ہماری افتاد طبع کے قطعاً خلاف اس لیے ہم کچھ کہنے کی بجائے اتنا پر اکتفا کرنا بہتر سمجھتے ہیں کہ

فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون۔

اعلٰحضرت کی ایک عبارت سے گکھڑوی مغالطہ کا محاسبہ

گکھڑوی نے اعلحضرت رحمہ اللہ کی ایک عبارت نقل کر کے یہ بھی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آپنے اپنے عوام کو دیوبندیوں کے قتلام کی تلقین فرمائی جو ان کا جھوٹ اور مغالطہ یا پھر ان کی جہالت یا تجاہل ہے کیونکہ آپ نے تو یہ حکم صرف ایک گستاخی نبوت کا التزام کرنیوالوں کے بارے میں لکھی ہے جو قطعاً شریعت مطہرہ کے حکم کی ترجمانی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے ارشاد فرمایا

"مَن سبّ نبیاً فاقتلوہ" یعنی گستاخ نبی کی شرعی سزا قتل ہے۔

دوسرے آپ نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ اس سزا کا نافذ کرنا حاکم اسلام کا منصب ہے تیسرے یہ کہ آپکی حیثیت محض ناقل کی ہے اور وہ دراصل حجۃ الاسلام امام غزالی کا فتویٰ ہے جسے خود گکھڑوی صاحب نے بھی بلفظہٖ نقل کیا ہے جس پر ع "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" صادق آتا ہے پوری عبارت خود مطابق نقل گکھڑوی صاحب پیش خدمت ہے اسے پڑھیئے اور موصوف کی کمال دیانتداری پر سر دھنیئے۔ چنانچہ موصوف نے لکھا ہے:۔ بلکہ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ "اور بیشک امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرقوں کے حق میں فرمایا ہے کہ حاکم کو ان میں سے ایک کا قتل ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ دین میں ان کی مضرت زیادہ سخت تر ہے (حسام الحرمین ص ۱۷۱" اھ (ملاحظہ ہو راہ سنت ص ۹)

ع:۔ بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

الزام قتل کا محاسبہ:۔ اس مقام پر گکھڑوی صاحب نے بعض اہلسنت پر اپنے بعض عوام و علماء کے قتل کا الزام رکھتے ہوئے اس کے بعض واقعات بھی لکھے ہیں حتیٰ کہ اس سلسلہ میں حضرت مولانا علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کے ملوث ہونے کا بھی ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو راہ سنت ص۲۱)

اور ان کے لفظ ہیں کہ" اور اب تو اس غالی فرقہ نے مظلوم دیوبندیوں کو شہید کرنا اور ان پر قاتلانہ حملے کرنے بھی شروع کر دیئے ہیں الخ"")

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً:۔ ان میں سے کسی واقعہ کا کوئی معیاری شرعی ثبوت، موصوف نے قطعاً پیش نہیں کیا اور ان میں کوئی واقعہ گوجرانوالہ کا نہیں بلکہ ان کے مطابق یہ سب واقعات، کوئٹہ، کوٹ سمابہ، ترنڈہ محمد پناہ اور ساہیوال وغیرہ کے ہیں جو گکھڑوی صاحب سے سینکڑوں کلومیٹرز کے فاصلہ پر اور غیب ہیں جبکہ اوسط الذکر دو علاقے ہمارے رحیمیار خان کے ہیں ہم نے ان واقعات کی شہرت کو کجا کبھی کسی سے ان کا ذکر تک نہیں سنا جو ان کے کرایہ کے ہوتے کی دلیل ہیں۔

ثانیاً۔ بفرض تسلیم دیوبندی تو ہر جگہ رہتے ہیں یہ واقعات ہر جگہ کیوں پیش نہیں آتے صرف ان مقامات پر کیوں پیش آئے؟ یقیناً مذکور فی الواقعات لوگوں نے حسب عادت اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نازیبا کلمات کا استعمال کر کے تنقیص کا ارتکاب کیا ہوگا پھر جو ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے پورا ہوا ہوگا جس پر سیخ پا ہونے کی بجائے مجرمین کی سیاہ کاری کو پیش نظر رکھ کر انصاف کے دامن کو تھامنے کی ضرورت ہے۔

ثالثاً:۔ گکھڑوی صاحب جن کو "مظلوم" کہہ کر یہ رو نا رو رہے ہیں وہ کیا کم ہیں، کیا انہوں نے بے چارے نہتے سینوں پر کبھی ایسی چڑھائی نہیں کی؟

سنہ ۶ء میں ملتان کے ایک نوجوان محمد اقبال کو جھانسہ دیکر رائیونڈ لے جاکر صرف اس جرم کی پاداش میں بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا کہ اس نے نعرۂ رسالت لگایا تھا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب

مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالغفور الوری مدظلہ)

نیز یہاں رحیم یار خان میں دیوبندیوں سنی نوجوان رانا افتخار احمد صاحب کو نیز مڈگانمبر رحیم یار خان کے صوفی حضور بخش صاحب کو بھی صرف لاؤڈ سپیکر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمانی ندار دیتے ہوئے یارسول اللہ کہنے پر گولیوں سے چھلنی کر کے شہید کر دیا گیا۔ یہ واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہوئے جن کے مقدمات ابھی بھی عدالتوں میں چل رہے ہیں۔

ع : دیکھ ظالم اپنی آنکھ کا شہتیر بھی

علامہ اچھروی پر الزام کا محاسبہ

باقی حضرت مولٰنا اچھروی صاحب پر لگائے گئے اس الزام کا جھوٹ ہونا خود گکھڑوی صاحب کی اپنی عبارت سے واضح ہے چنانچہ ان کے لفظ ہیں :۔

دیوبندی امام پر بریلویوں نے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی کی قیادت میں قاتلانہ حملہ کر دیا حملہ آوروں کو موقع پر گرفتار کر لیا گیا جس سے دیوبندی امام کی جان صاف بچ گئی"

ملاحظہ ہو (راہ سنت ص۱۰۱)

کیونکہ قیادت کا لفظ بتا رہا ہے کہ علامہ موصوف اس میں شریک ہی نہیں بلکہ پیش پیش تھے۔ پس اگر ایسا تھا تو وہ کیوں نہ گرفتار کر لیے گئے اور اس جھوٹ کو "حملہ آوروں" کے لفظوں کے پردے میں کیوں چھپا دیا گیا ہے۔

گکھڑوی صاحب کا منہ مانگا شرک

گکھڑوی صاحب کا عقیدہ تو یہ ہے کہ "نہیں کوئی نفع کا مالک مگر اللہ" نیز مخلوق کے لیے یہ عقیدہ رکھنا ان کے نزدیک خالص شرک اکبر ہے جیسے ان کی کتب دل کا سرور نیز گلدستۂ توحید وغیرہما سے ظاہر ہے۔

لیکن پیش نظر عبارت میں وہ یہ کہہ کر "حملہ آوروں کو موقع پر گرفتار کر لیا گیا جس سے دیوبندی امام کی جان بچ گئی"، پولیس کو مشکل کشا، حاجت روا اور بچانے والا مانا ہے مگر ان کی توحید کی ہانڈی میں کوئی اُبال نہ آیا۔ تف ہے اس بھونڈی تقسیم پر۔ اعلیٰحضرت کے برادر محترم حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

شعر

کھلے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مدد ے | یا علی سن کے بگڑ جائے طبیعت تیری

شعر

تیری اٹکے تو وکیلوں سے کرے استمداد | اور طبیبوں سے مدد خواہ ہو علت تیری

شعر

ہم کہیں اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں | شرک کا چرک اگلنے لگی ملت تیری

ملاحظہ ہو (ذوق نعت ص۱۱۳ طبع مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱)

ایک اور منہ مانگا تحفہ

گکھڑوی صاحب نے اس مقام پر اعلحضرت کی بعض عبارات (جن میں آپ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہابیہ دیوبندیہ اللہ و رسول کی توہین کرنے اور انہیں گالیاں دیتے ہیں) کے نقل کرتے وقت دو بار یہ مطالبہ یا دعا کی ہے کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکذبین ،، ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۷ آخری سطر نیز ص۸ سطر ۸)

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس الزام کے درست ہونے کی صورت میں توہین اور گستاخی کرنیوالے ان کے ان الفاظ کے سو فیصد مستحق ہیں جس کا حقیقت ثابتہ ہونا ہم نے دلائل سے واضح کر دیا ہے پس انکی اس " دعائے خیر" کا صحیح مصرف ان کے اپنے اکابر یا پھر ان کی وساطت سے وہ خود ہوئے۔ گکھڑوی صاحب کو خوش ہو جانا چاہیئے کہ ان کے حسب مزاج قدرت سے ایک اور منہ مانگا تحفہ انہیں مل گیا ہے۔ جسے وہ فوری استعمال میں لائیں ان کی مرضی اور اگر وہ اسے اپنے بعد الممات والے مرحلہ کے لیئے ذخیرہ فرمالیں تو یہ بھی ان کا عین مطلوب ہے۔

ے

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے — اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اعلیٰ حضرت پر گکھڑوی کے الزام انگریز نوازی کا محاسبہ:-

گکھڑوی صاحب نے اپنے اکابر کی شرعی تکفیر کو فرضی اور بے بنیاد ثابت کرنے کیلئے ایک حیلہ یہ تراشا ہے کہ ان کے "انہی اکابر نے جہاد ۱۸۵۷ء میں انگریز مردود کے خلاف دہلی، پانی پت اور سونی پت وغیرہ کے میدانوں میں اپنی جانیں پیش کیں اور تیرہ ہزار کے قریب علماء کرام کو انگریز نے تختۂ دار پر لٹکایا اور انگریز کے لئے کم و بیش سو سال تک اکابرین علمائے علماء دیوبند، کیا ہندوستان اور کیا بیرون از ہند ایک ناگہانی مصیبت بنے رہے ان اکابر نے تقریر و تحریر اور اپنے عمل سے برطانیہ کی حکومت کی بنیادیں کھوکھلی کرنا شروع کر دیں مگر برطانیہ تو ابلیس سیاست تھا۔ اس نے ان اکابر کو مسلمانوں کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل کرنے کے لئے ایسے ایسے حربے استعمال کئے کہ الامان والحفیظ، اور ان کی تکفیر کے لئے بڑے بڑے مولوی اور مفتی خریدے گئے"۔ اھ بلفظہٖ۔

ملاحظہ ہو (راہِ سنت صـ۲۶، صـ۲۷)

گکھڑوی صاحب کی اس عبارت کی تمام شقوں کے جوابات حسب ذیل ہیں

دعاوی مذکورہ کے جھوٹ ہونے کی دلیل: گکھڑوی صاحب کے اپنے اکابر کے حق میں علماء اہلسنت کے خلاف ان دعاوی کے جھوٹ ہونے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے بھی ثبوت کی کوئی ایک بھی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی وہ آئندہ ایسی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ بے شک طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں۔ دیدہ باید۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تمام باتیں گول مول انداز میں پیش کی ہیں۔ انہوں نے ثابت تو یہ کرنا تھا کہ ان کے اکابر میں سے فلاں فلاں نے انگریز کے خلاف فلاں فلاں

جگہ پر اپنی جان پیش کی۔ مگر وہ نہایت چالبازی سے یہ کہہ کر انہی اکابر نے ..... اپنی جانیں پیش کیں، بڑی چستی سے آگے نکل گئے۔ اگر ذرہ بھر بھی صداقت اور جرأت ہے تو ثابت کریں کہ اکابر دیوبند میں سے کس دیوبندی عقائد والے مولوی صاحب نے اپنی جان انگریز کے خلاف جہاد میں پیش کی؟ علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب اپنے جن علماء کو "اکابرین علماء دیوبند" کہہ رہے ہیں۔ ان سے مراد قطعاً وہ حضرات ہیں کہ جن کی گستاخانہ عبارات کی بنا پر علماء اہلسنت نے ان کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کرتے ہوئے بر وقت شرعی فتویٰ صادر فرمایا تھا جو خود گکھڑوی صاحب کی اس عبارات کے آخری جملہ میں مصرّح ہے حیث قال: "اور ان کی تکفیر کے لیے بڑے بڑے مولوی اور مفتی خریدے گئے" اور وہ قطعی طور پر خصوصیت کے ساتھ یہ حضرات ہیں۔

۱:۔ مولوی رشید احمد گنگوہی ۲:۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی ۳:۔ مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور ۴:۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ اور زیادہ سے زیادہ ان سب سے پہلے ۵:۔ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی۔ گکھڑوی صاحب کا جھوٹ یہاں سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے ان اکابر کا سن وفات ۱۸۵۷ء قرار دیتے ہوئے انہیں شہید قرار دیا ہے۔ جو قطعی خلاف حقیقت ہے۔ اول الذکر چار حضرات بالترتیب ۱۹۰۵ء ۱۸۸۰ء ۱۹۲۶ء اور ۱۹۴۳ء میں فوت ہوئے اور وہ بھی طبعی موت سے۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے گکھڑوی صاحب کے لفظوں میں شہادت تو شہادت جہاد کے حوالہ سے خراش بھی آئی ہو۔ صرف دہلوی صاحب نے غیر طبعی وفات پائی تھی۔ لیکن اول وہ بھی ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے ۱۸۳۱ء میں) فوت ہوئے۔

ثانیاً:۔ وہ بھی بمقابلہ کفار نہیں بمقابلہ مسلمین مقتول ہوئے تھے۔ تفصیل کے لئے

ملاحظہ ہو (زیر و زبر از علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ تعالیٰ

نیز کتاب البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ از علامہ عبد الحکیم شرف القادری مدظلہ العالی وغیرہما)

ایک اور چالاکی :- گکھڑوی صاحب کی مزید چالاکی دیکھیں کہ انہوں نے اپنے اکابر کے متعلق یوں نہیں کہا کہ انہوں نے "جہاد میں اپنی جانیں دیں" بلکہ یہ کہا کہ "اپنی جانیں پیش کیں" تاکہ وہ ایک تیر سے شکار کرتے ہوئے عوام کے کانوں میں اس جملہ کے حوالہ سے یہ پھونک سکیں کہ ان کے اکابر نے جام ہائے شہادت نوش کئے اور جب علماء ان کی چالبازی پر گرفت کریں تو وہ فوراً کہہ سکیں کہ ہم نے "جانیں پیش کیں" کہا ہے "دیں" نہیں کہا مگر ان کی جان خلاصی پھر بھی نہ ہو سکی کیونکہ مذکورہ جہاد میں ان کے اکابر مجاہد اسلام شریک ہونا محل نظر ہی نہیں از حد غلط ہے۔ ذرہ بھر بھی سچے ہیں تو اس کا کوئی ایک ہی مطلوبہ معیار کا حوالہ پیش کر کے دکھائیں۔

ایک اور ہیرا پھیری :- مزید دیکھئے، موصوف کہتے ہیں کہ :- "اور تیرہ ہزار کے قریب علماء کرام کو انگریز نے تختہ دار پر لٹکایا"

اقول : یہ بھی ان کی ہیرا پھیری پر مشتمل ہے کیونکہ اس سے وہ گول مول انداز اختیار کر کے یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ وہ علماء" اکابرین دیوبند" تھے جو کہ جھوٹ ہے۔ سچ ہے تو ان میں کوئی ایک عالم ایسا پیش کریں کہ جو انگریز کے خلاف جہاد میں شریک ہونے کے جرم میں تختہ دار پہ لٹکایا گیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جرم جہاد

میں پھانسی وغیرہ کی سزائیں پانے اور انگریز کے لئے دردِ سر بننے والے وہ سب علماء
اہلسنّت تھے۔ جن میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا رضا علی خان جدِّ امجد
اعلیٰحضرت نیز حضرت مولانا نقی علیخان والد ماجد اعلیٰ حضرت نیز امام نعت گویاں حضرت
مولانا کفایت علی کافی رحمہم اللہ اجمعین کے اسمائے گرامی سرفہرست اور قابل ذکر ہیں
اسی لئے گکھڑوی صاحب نے یہاں "اکابرین علماء دیوبند" کے الفاظ نہیں لکھے بلکہ "علماء کرام"
کہہ کر گذر گئے" کہ اگر داؤ چل گیا تو مقصد حاصل ہو گیا نہ چل سکا اور کسی نے ثبوت کا مطالبہ
کر دیا تو کہہ سکیں گے کہ ہم نے تو "علماء کرام" کہا ہے" اکابرین علماء دیوبند" تھوڑا کہا ہے

یااللہ یاحفیظ

الزام ہذا کے جھوٹے ہونے کے مزید دلائل:۔ علاوہ ازیں الزام ہذا کے
جھوٹے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جن کفریہ اور گستاخانہ عبارات کے حوالہ سے
علماء اہلسنّت خصوصاً اعلیٰحضرت نے شرعی فیصلہ صادر کرتے ہوئے ان کے قائلین کو
کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا تھا، ان پر فتویٰ لگانے کی بجائے انہیں
تحفظ فراہم کرنا ہی انگریز کے حق میں تھا پس اس کام کے لئے انگریز کا انہیں خریدنا کیا
معنیٰ؟ وہ اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ اسے اپنے نفع نقصان کا اندازہ نہ ہو۔

خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ میں نام لینا
تو گکھڑوی صاحب کا انتہا درجہ جھوٹ ہے کیونکہ فتویٰ صرف آپ نے نہیں لگایا بلکہ
آپ سے پہلے کے علماء نے بھی جیسے حضرت الشاہ فضل رسول بدایونی اور امام اہل حق
حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی وغیرہما رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین۔ بعد کے علماء نے بھی

پھر عرب کے علماء خصوصاً حرمین طیبتین زادھما شرفاً کے علماء نے بھی اور عجم کے علماء نے بھی لگایا تھا جس کی تفصیل حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ وغیرھما میں موجود ہے تو کیا ان سب کو انگریز نے خرید تھا؟ پھر فتویٰ لگائیں سب اور خریدا گیا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو؟ عقل کا علاج کرائیں۔ پھر خریدا تھا تو کب، کہاں، کیسے کیونکر اور کتنے میں خریدا تھا، کیا مراعات فراہم کی تھیں؟ کیا اس کی کوئی صحیح معیاری دستاویز پیش کی جا سکتی ہے؟

علاوہ ازیں اس الزام کے جھوٹے ہونے کی ایک اور ٹھوس دلیل یہ ہے کہ اگر اعلیحضرت کو واقعی انگریز نے خریدا ہوتا (جیسا کہ گکھڑوی صاحب نے یہ جھوٹ بولا ہے) تو کم از کم آپ انگریز کے پودا کی قادیانی شاخ کی کچومر نکالتے ہوئے اس پر کبھی فتویٰ صادر نہ فرماتے جبکہ آپ نے گستاخان نبوّت پر شرعی حکم لگاتے ہوئے سب سے سرفہرست اسی قادیانی آنجہانی کو نشانہ بنایا ہے۔ ملاحظہ ہو (المعتمد المستند نیز حسام الحرمین وغیرھما) جس کا خود گکھڑوی صاحب موصوف کو بھی اقرار ہے چنانچہ انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی دو کتابوں حسام الحرمین اور فتاویٰ افریقہ کے حوالہ سے آپکا یہ فتویٰ لکھا ہے کہ "غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں" اھ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۸) اسی طرح آپکی دیگر گوکی اور کتب اور ملفوظات کے حوالہ سے بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۷، ص۸) علاوہ ازیں آپ نے اور آپ کے خلف الرشید اور برادر محترم نے قادیانی کے خلاف کئی مستقبل کتابیں بھی لکھیں جیسے السوء والعقاب۔ الجراز الدیانی اور قہر الدیان اور الصارم الربانی علی اسراف القادیانی وغیرھما

اعلحضرت کی انگریز سے نفرت نیز آپکے ان پر فتوے :

حقیقت یہ ہے کہ اعلحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ انگریز کے سخت دشمن تھے اور آپکو اس سے شدید نفرت تھی بلکہ آپکے اس کی تردید میں انتہائی جارحانہ زبان و قلم استعمال فرمائی جبکہ نیز خواہ یا مرہون منت کا یہ طرز عمل قطعاً نہیں ہوتا یہ سب آپکی تصانیف و تالیف نیز کتب سوانح حیات میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کے لئے دیگر علما اہلسنت کی اس موضوع کی دیگر کتب کے علاوہ شرف ملت علامہ عبد الحکیم صاحب شرف القادری کی کتاب "البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" اور ماہر رضویات ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کی تالیف منیف "گناہ بے گناہی" کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ تکمیل عنوان کے لئے چند حوالہ جات حسب ذیل ہیں،

۱:- اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت ایک برس کی عمر کے تھے اس موقعہ پر آپ کے جد امجد علامہ رضا علیخان اور والد ماجد علامہ نقی علیخان علیہما الرحمۃ والرضوان نے نہ صرف یہ کہ انگریز کے خلاف اہم کردار ادا کیا بلکہ آپ جہادی کمیٹی کے بنیادی سربراہوں سے بھی تھے اسی موقع پر انہوں نے آپ کے گلے میں تلوار لٹکا کر آپکو کندھے پر بٹھا کر اعلان کیا گیا کہ یہ ننھا مجاہد بھی اسلام پر قربان ہونے کے لئے تیار ہے۔

۲:- انگریزی کچہریوں سے آپکو اس قدر نفرت بلکہ عداوت تھی کہ آپ انہیں "عدالت" کہنا بھی جائز نہیں سمجھتے تھے نیز آپ نے تہیّہ کیا تھا کہ آپ کبھی بھی انگریز کی کچہریوں میں نہ جائیں گے۔ خواہ حالات کیسے بھی ہو جائیں اور اس پر عمل بھی کر کے دکھایا ملاحظہ ہو (گناہ بے گناہی ص۳۴ طبع لاہور)

۳:- آپ ہمیشہ لفافے پر ڈاک ٹکٹیں الٹی لگاتے تھے کیونکہ ان پر

انگریزی حکمرانوں کی تصویریں تھیں اور اس سے آپ کا مقصد انکی تذلیل تھا۔
(گناہ بے گناہی ص۳۷ طبع مذکور)

۴:۔ آپ کے ایک عقیدت مند نے آپ کو خط لکھا اور لفافے پر ٹکٹیں مطلوبہ سے زیادہ لگادیں۔ ملاقات کے وقت آپ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ حضور یہ میں نے عام لوگوں سے آپ کے امتیاز کی بناء پر کیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہونچانا کیسا ہے؟ پس آئندہ انہوں نے ایسا نہ کرنے کا عہد کیا۔ (ملخصًا)

ملاحظہ ہو (حیات اعلیحضرت ج ا ص۱۴۰ تالیف علامہ ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ)

۵:۔ آپ نے انگریزی تعلیم کو انتہائی مضر قرار دیتے ہوئے اس کی شدید مذمت فرمائی اور انگریزی وضع کے کپڑوں کو حرام قرار دیا۔

ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۱-۴۲-۴۳-۸۳-گناہ بے گناہی)

۶:۔ ندوہ سے اسی بناء پر علیحدہ اختیار فرمائی کہ وہ انگریز نواز بن گئے تھے اور آپ نے ان کی مذمت میں اشعار بھی نظم فرمائے (گناہ بے گناہی ص۵۲ ص۵۳) پٹنہ کے ایک جلسہ عام میں ندویوں نے انگریزہ کی تعریف کی آپ نے اپنی باری میں انگریز کی تردید ہی کو موضوع سخن بنایا (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص۱۱۲)

۷:۔ ایک بار جبل پور میں مفتی برہان الحق علیہ الرحمۃ کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ وہاں چند انگریزوں کو گذرتا دیکھ کر فرمایا۔

"کم بخت بالکل بندر ہیں"۔ ملاحظہ ہو (گناہ بے گناہی ص۵۴)

۸:- سرسید احمد خان کی انگریز نوازی پر شدید تنقید فرمائی
(گناہی بے گناہی ص۶۲)

۹:- شہید جنگ آزادی حضرت مولٰنا کفایت علی کافی رحمہ اللہ
کو سلطان نعت گویاں اور خود کو ان کا وزیر اعظم کہا۔
(گناہی بے گناہی ص۵۵)

۱۰:- آپ کو اتنا بھی پسند نہیں تھا کہ انگریز کیلئے لفظ سرکار کو استعمال
کیا جائے چنانچہ اس کی تردید میں آپ نے فرمایا تھا سہ

بجز سرکار سرکار ایجاد سرو کارے یا سرکارے نہ داریم

یعنی اس سرکار کے ماسوا کہ جن کے طفیل کائنات کو وجود نصیب ہوا ہمیں کسی اور
سرکار سے کوئی سروکار نہیں ۔ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۱:- آپ نے نہایت درجہ سخت گیر انداز میں انگریز کا رد فرمایا
چنانچہ الطاری و المدّادی میں ہے فرمایا۔

کافر ہر فرد و فرقہ دشمن مارا مرتد مشرک یہود و گبر و ترسا
مشرک را بندہ باش و با نصرانی ہر کار حرام، این است ز شیطان فتویٰ

اسی طرح کے بہت سے اشعار صمصام حس اور مشرقستان اقدس
میں بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو (مقدمہ دو اہم فتوے ص۷ از علامہ شرف القادری مدظلہٗ)
علاوہ ازیں نثری انداز میں قصر نصرانیت پر یلغار فرماتے ہوئے

رقمطراز ہیں :-

" سبحٰن اللہ، کہاں رب السمٰوٰت والارض، عالم الغیب والشہادہ، سبحانہ وتعالیٰ، اور کہاں کوئی بے تمیز لونگا، ہیولیٰ، ہبقہ، ناپاک، ناشائستہ، کھڑے ہوکر موتنے والا ع ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی ؟

خدارا انصاف :- وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جہنم کے کودن، ایک اور تین میں فرق نہ جانیں، ایک خدا کے تین مانیں۔ پھر ان تین کو ایک ایک ہی جانیں۔ بے مثل بے کفو کے لئے جورو بتائیں بیٹا ٹھہرائیں۔ اسکی پاک بندی ستھری کنواری پاکیزہ بتول مریم پر ایک بڑھئی کی جورو ہونے کی تہمت لگائیں۔ پھر خاوند کی حیات خاوند کی موجودگی میں بی بی کے بچہ ہو۔ اسے دوسرے کا گائیں، خدا اور خدا کا بیٹا ٹھہرا کر ادھر کافروں کے ہاتھ سے سولی دلوائیں۔ ادھر آپ اس کے خون کے پیاسے بوٹیوں کے بھوکے روٹی کو اس کا گوشت بنا کر در در چبائیں۔

(الیٰ ان قال) زہ زہ بندگی، خہ خہ تعظیم، یہ یہ تہذیب، قہ قہ تعلیم (الیٰ ان قال) اللہ اللہ یہ قوم، یہ قوم سراسر لوم۔ یہ لوگ یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ ہیں جہنی جنبوں کا روگ۔ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان لغویات پر کان دھریں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اھ ملخصاً بلفظہٖ

(ملاحظہ ہو۔ الصمصام علیٰ مشکک فی آیتہ علوم الارحام ص ۱۹-۲۰ مطبوعہ لاہور)

۱۴ :- حیات صدر الافاضل (ص ۱۵۹ طبع لاہور مؤلفہ علامہ غلام معین الدین نعیمی) میں آپنے ایک بار مسلمانوں کو طریقہ فلاح و نجات تلقین فرماتے ہوئے یہ تدبیر بتائی کہ " اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا۔ اپنی

حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھرتا بنا کچھ صنائی کی گھڑت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں۔ اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں" اھ

اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی ظاہری زندگی میں ہی مخالفین نے آپکو بدنام کرنیکی غرض سے یہ شوشہ چھوڑنے کی مذموم کوشش کی تھی جس کا انداز آپکی ایک تحریر سے ہوتا ہے جو آپ نے مذہبی انداز میں فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ کا مخالفین کی اس منصوبہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنّت ہو کہ وہ شریک ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں، یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام بھڑکیں اور دیوبندیت وہابیت کے تیغے جمیں اھ

ملاحظہ ہو (دوام العیش ص ۹۴-۹۵ طبع لاہور)

۱۴۔ بلکہ تحریک ترک موالات کے زمانہ میں آپ پر مخالفین کی جانب سے اس قسم کے بعض الزامات لگائے بھی گئے تھے جن کا آپ نے ایک انتہائی زلزلے دار جامع جواب دیا تھا جو آپ ہی کے مبارک الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے؟ لعنۃ اللہ علی الکذبین جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو" اھ

ملاحظہ ہو:۔ (السواد الاعظم مراد آباد مجریہ ۱۹۲۱ء شمارہ جمادی الاولیٰ ص ۳۰)

اقول : نیز اپنے رسالہ مبارکہ المحجۃ المؤتمنہ میں ارقام فرماتے ہیں، اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمان شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا

صرف اللہ عزّ وجل کی رضا اور اس کے بندوں کے احکام پہونچانا۔ وللہ الحمد۔ سنیئے ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کو خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو۔ نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول نہ تنبیہ و آگاہی مسلمین کے لیے بتایا بلکہ اس سے خوشنودئ نصاریٰ اس کا مقصد و مدعا ہو اھ

مطلب یہ کہ ان کذب بیانی کرنیوالوں پر وہی کچھ ہو جس کے وہ مستحق ہیں

۱۵:۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مخالفین کے اعلیٰحضرت پر یہ الزامات قطعاً جھوٹ ہیں جس کا اندازہ یہاں سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے تقریباً دو گھنٹے سترہ منٹ قبل یہ وصیت فرمائی کہ وقت نزع ایسے لفافے اور کارڈز وغیرھا بھی آپ کے کمرہ میں نہ ہوں جن پر انگریزوں (وغیرھم غیر مسلمین) کی تصاویر تھیں چنانچہ آپکے ہیں لفظ ہیں :۔

"شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ پیسہ کوئی تصویر اک دالان میں نہ رہے"، اھ

ملاحظہ ہو (وصایا شریف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ صـ۸)

بلکہ اسی میں اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت یہ کیفیت ہوئی کہ آپ نے یکایک ارشاد فرمایا تصاویر ہٹا دو! یہاں تصاویر کا کیا کام؟ یہ خطرہ گذرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا یہی کارڈ لفافے روپیہ پیسے" اھ

اقول: جس شخص کو انگریزوں سے اتنی نفرت ہو کہ روپے پیسے والی تصویریں بھی ناگوار ہوں، اسے ہی ان کے ہاتھوں کا کھلونا کہا جاتا ہے۔

ع خوف خدا نہ شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں!

پھر یہ آپکی زندگی کے آخری لمحات کی بات ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ کو تادم آخر انگریزوں سے انتہا درجہ کی نفرت تھی۔ نیز یہ کہ آپ کی موجودگی مخالفین کا یہ داؤ نہ چل سکا تھا۔ پس یہ جھوٹا پروپیگنڈہ باقاعدگی سے آپکی وفات کے بعد ہی کیا گیا۔

وجہ الزام: جب یہ ثابت ہو چکا کہ اعلٰحضرت رحمہ اللہ اس الزام سے قطعاً بری ہیں تو یہ سوال خواہ مخواہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس الزام کی وجہ کیا تھی؟ تو ہمارے مطالعہ کے مطابق خود اکابر دیوبند مجرمانہ اور شرمناک حد تک اس میں ملوث ہیں۔ پس ان کا اعلٰحضرت پر یہ الزام محض شرم مٹانے اور اپنا جرم چھپانے کے حوالے سے تھا جو ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جس کی مکمل مدلل تفصیل اگلے عنوان کے تحت آرہی ہے (فلیلاحظ ذٰلک ھناک)۔

اکابر گھڑوی خود مجرم انگریز نوازی:- اس سب سے قطع نظر گھڑوی صاحب اپنے اس بیان سے یہ فیصلہ دے گئے ہیں کہ کم از کم اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انکے وہ اکابر، انگریزی کے حامی تھے تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ اعلٰحضرت وغیرہ علمائے اہلسنّت انگریز دشمن تھے اور علماء دیوبند کے خلاف ان کا وہ فتوٰی مبنی بر حق تھا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند کا انگریز کا حامی بلکہ جانثار

سپاہی پروردہ، اور ہر موڑ پر ان کا مرہونِ منت ہونا نیز ان (اکابر دیوبند) کے تقریباً ہر متحرک و محرک شخص نیز ان کی ہر تحریک کا انگریز کے زیر کفالت ہونا ایک ناقابلِ تردید حقیقت ثابتہ ہے۔ مکمل باحوالہ اور مدلل تفصیل کے لیئے علماءِ اہلسنت کی اس موضوع پر لکھی گئی کتب (مثلاً خون کے آنسو تصنیف حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ، زیر و زبر مؤلفہ حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ نیز علامہ عبد الحکیم شرف القادری دامت برکاتہم کی تالیف منیف "البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" (وغیرھا) کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔ یہاں محض تکمیل عنوان کی غرض سے بقدر ضرورت چیدہ چیدہ بعض حوالہ جات پر اکتفار کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں

مولوی سید احمد پیر و مرشد اسمٰعیل دہلوی اور انگریز:۔ امام الطائفۃ الوہابیۃ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے پیر و مرشد مولوی سید احمد معروف بنام سید احمد شہید" کی سوانح حیات کی مشہور کتاب سوانح احمدی مؤلفہ مولوی جعفر تھانیسری وہابی میں ہے کہ موصوف (مولوی سید احمد) نے انگریز کے بارے میں کہا:۔

۱:۔ نہ با سرکار انگریزی مخاصمت داریم و نہ ہیچ راہ منازعت کہ از رعایائے او یستیم یعنی سرکار انگریزی کے ساتھ نہ تو ہماری لڑائی ہے نہ دشمنی کیونکہ ہم اس کی رعایا ہیں۔

۲:۔ نیز سوانح احمدی کے مؤلف مذکور نے مولوی سید احمد کے انگریز دشمن ہونے کو باطل اور خلاف واقعہ ہونے کی وضاحت کرتے اور ان کی مکمل صفائی

دیتے ہوئے لکھا ہے :۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب اور دوسرے متعصب مؤلفوں نے سید صاحب سے خیر خواہ اور خیر اندیش سرکار انگریزی کے حالات کو بدل بدل کر ایسے مخالفت کے پیرایہ میں دکھلایا ہے کہ جس سے ہماری فاتح قوم کو آپ کے پیرو لوگوں سے نفرت ہوگئی ہے۔ پس اس دھوکہ بازی اور غلط فہمی کے دور کرنے کے واسطے بھی میں ضرور سمجھا کہ سید صاحب کے کل سوانح عمری اور مکاتیب کو جمع کر کے آپ کے صحیح خیالات اور واقعی تحریرات کو پبلک کے سامنے پیش کر کے اس خیال باطل کو ان کے دل سے دور کردوں۔ آپ کے سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقامات پائے گئے ہیں جہاں کھلے کھلے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے اھ بلفظہٖ

ملاحظہ ہو (خاتمہ سوانح احمدی صفحہ ۲۴۵-۲۴۶۔ طبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

موصوف کے متعلق بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مشہور انگریز رہنما لارڈ ہیسٹنگ ان کی بے نظیر کارگذاریوں پر بہت خوش تھا۔ نیز یہ بھی ہے کہ انگریز نے ان کی سرپرستی کی حتیٰ کہ دوران لڑائی بڑی محنت سے انگریز نے قافلہ کے لئے کھانا پکوایا نیز انہیں پادری صاحب کہہ کر پکارا۔ بعض میں یہ بھی ہے کہ انہیں کالے پادری کہا جاتا تھا۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اور انگریز نوازی

اسی سوانح احمدی (ص۵۷) میں ہے :۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید

وعظ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پہ کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے" اھ بلفظہٖ

نوٹ:۔ دہلوی صاحب موصوف کی سوانح کی بعض دیگر کتب میں یوں ہے کہ" ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلاسبب گرادیں"

بعض میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ موصوف نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہا تھا" اگر کوئی ان پہ حملہ آور ہو تو مسلمانوں پہ فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پہ آنچ نہ آنے دیں۔

گنگوہی و نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند اور انگریز نوازی

مُصدّق و مقرّظ المہند مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے اپنے ان آئمہ مذہب مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند کو اپنی کتاب تذکرۃ الرشید میں ایک مستقل مفصّل عنوان کے تحت اپنی سرکار انگریزی کا تادم ممات کئی قرائن وحقائق سے دلی خیر خواہ ہونا نیز ان کے اپنی اس سرکار سے بغاوت کو ان کے مخالفین کا الزام اور بہتان ہونا نیز ان کی گرفتاری حقیقت میں اپنی سرکار سے واقعی بغاوت کی بنا پر نہیں بلکہ دشمنوں کی شرارت کی بناء پر ہی ثابت کیا ہے۔ انہی کے لفظوں میں اس کے اقتباسات ہدیۂ قارئین کیئے جاتے ہیں چنانچہ اسی کے جلد ۱ میں کتاب کے اس مخصوص حصّہ پہ یہ عنوان قائم کیا ہے۔

"الزام بغاوت اور اس کی کیفیت" ملاحظہ ہو (صفحہ ۳۷ طبع ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور)

نیز اسی کے صفحہ ۷۴، ۷۵ میں ان حضرات کے بارے میں ہے کہ وہ "ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جانثاری کے لیئے طیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیئے ہیں" اھ

نیز اسی کے صفحہ ۷۹ پر ہے:- جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا ...... حالانکہ یہ کمل پوش فاقہ کش نفس کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے" اھ

نیز صفحہ ۹۷ پر ہے:- "ہر چند یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا اس لیئے گرفتاری کی تلاش تھی

مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے" اھ بلفظہ

اسی میں اس کے تین سطر بعد میں ہے " حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کو اس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا اس لئے گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے آخر جب تحقیقات اور پوری طرح تفتیش و چھان بین سے کالشمس فی نصف النہار ثابت ہو گیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے اس وقت رہا کئے گئے اور آپ بخیر و عافیت وطن مالوف کو واپس آئے اھ بلفظہ

نیز اسی میں صہ۸ پر " گرفتاری و حوالات اور رہائی و برات" کے زیر عنوان گنگوہی صاحب موصوف کا اپنی سرکار انگریزی کے بارے میں یہ دوٹوک عقیدت مندانہ فیصلہ بھی لائق دید ہے کہ :۔

آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے اپنا تو بال برابر بھی فکر نہ تھا" اھ

مولوی اشرف علی تھانوی پر حکومتی مہربانی

گکھڑوی صاحب کے شیخ الاسلام (ملاحظہ ہو راہ سنت صہ۹) مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے اپنے ساتھ لڑتے ہوئے ایک دیوبندی گروپ (مولوی حفیظ

الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ) سے بحث کے دوران انہیں مخاطب کر کے ایک اہم راز افشار کرتے ہوئے استہزاءً کہا۔ " دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گذرتا تھا اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا" اھ ملاحظہ ہو (مکالمۃ الصدرین صد۹ صد۱۰ طبع دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور۔ تالیف طاہر احمد قاسمی) علاوہ ازیں تھانوی صاحب سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر ہمیں حکومت مل جائے تو ہم انگریز کو نہایت راحت و آرام سے رکھیں گے۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں بہت آرام پہنچایا۔ ملاحظہ ہو (الافاضات الیومیہ ج ۶ صد۶۸ ملفوظ ۱۸۷ طبع ملتان) پس اس سے اسے "علم نہیں تھا" والا عثمانی بہانہ بھی کافور ہو گیا۔

مدرسہ دیابنہ اور انگریز نوازی :- ایک انگریز نے دیابنہ کے مدرسہ کا معائنہ کر کے کہا یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار اور ممد و معاون سرکار ہے (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی)

جمعیۃ علما اسلام پہ حکومتی نوازش

مکالمۃ الصدرین (صد۷ طبع دار الاشاعت دیوبند) میں (حسب بیان حفیظ الرحمٰن سیوہاروی دیوبندی مرقوم) ہے کہ جمعیۃ العلما اسلام حکومت کی

مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی۔ گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لئے دے گی چنانچہ ایک ملبش قیمت رقم اس کے لئے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کر دی گئی اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا (الی) یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں اھ (ملخصًا بلفظہ)

تبلیغی جماعت پر حکومتی انعامات کی بارش

اسی میں ص۸ پر ہے: "مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا اھ بلفظہ

اقول: ماشاء اللہ نظر بد دور "ایں خانہ ہمہ آفتاب است"۔ بہر حال گھڑوی صاحب کے ان بزرگان اور آئمہ مذہب کے حوالہ جات سے یہ امر روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آگیا کہ گھڑوی صاحب کا امام اہلسنّت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ پر انگریز نوازی کا الزام ان کا نہایت درجہ جھوٹ ہے، انتہائی ظلم ہے جو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے قبیل سے اور ہاتھ کی صفائی سے اپنا جرم دوسروں پہ ڈالنے کے سلسلۂ قبیحہ کی مذموم اور ناکام کوشش ہے، ظفر علیخان دیوبندی نے شاید اسی جیسے موقع پر کیا خوب کہا تھا

ع: گمراہ ہیں خود کہتے ہیں ہمیں گنہگار

پس اب گھڑوی صاحب "الفاظ" انہی اکابر نے انگریز مردود

کے خلاف اپنی جانیں پیش کیں ،، گو مسطورہ بالا حقائق اور ٹھوس حوالہ جات کے بپیش نظر یوں پڑھا جانا ہی مطابق واقعہ ہے کہ ان کے ان اکابر نے اپنی سرکار انگریزی کے تحفظ میں اپنی جانیں تک پیش کیں ۔

یا علی ـــــ مدد

ہندوستان کو دار الاسلام قرار دینے کے حوالے سے

گکھڑوی مغالطہ کا محاسبہ

گکھڑوی صاحب اپنے اس دعویٰ (الزام انگریز نوازی) کی دلیل کے پیش کرنے میں تو قطعاً عاجز و ناکام رہے ہیں اور آئندہ بھی عاجز و ناکام ہی رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بے شک طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں ہمیں گوئی وہمیں میدان، دیدہ باید، البتہ اس سلسلہ میں ایک مغالطہ دیتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

"خان صاحب" بریلوی نے "اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام" نامی ایک کتاب لکھ کر ظالم انگریز کی حکومت میں ہندوستان کو دار السلام کا خطاب دیا اور خان صاحب خود دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ہندوستان بفضلہ دار السلام ہے (بلفظہ احکام شریعت حصہ دوئم ص۸۷)

اور صراحت سے دھوکہ دیا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علماء ثلثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کے مذہب پر ہندوستان ہرگز دار الحرب نہیں اھ ملاحظہ ہو (راہ سنت ص۷)

الجواب

اقول وباللہ التوفیق، گکھڑوی صاحب کا یہ بیان ع "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

کا آئینہ دار اور بذات خود مغالطہ آفرینی، دھوکہ دہی و تلبیس بلکہ کذب بیانی پر بھی مبنی ہے جبکہ امام اہلسنّت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس حوالہ سے بھی بفضلہ تعالیٰ حمایت انگریز کے الزام سے قطعاً پاک ہے۔

جواب نمبر۱: رسالہ ایک استفتاء کا جواب ہے: - **اولاً:** - رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام، اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے از خود نہیں لکھا (جیسا کہ گکھڑوی صاحب نے یہ تاثر دیتے ہوئے لکھا ہے اعلام الاعلام .... نامی ایک کتاب لکھ کر الخ) بلکہ یہ ایک استفتاء کا جواب ہے جو تین سوالات پر مشتمل تھا جسے بدایون سے مرزا علی بیگ نے بھیجا تھا جیسا کہ اسی میں اس کی تصریح موجود ہے نیز جواب سوال اول کے عنوان سے بھی ظاہر ہے۔ ملاحظہ ہو (ص۲ طبع لاہور)

جواب۲ موقف خود کو بے دلیل نہیں چھوڑا: - **ثانیاً:** - امام اہلسنّت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے بارے میں اپنے اس مؤقف کو بے دلیل نہیں چھوڑا جیسا کہ گکھڑوی صاحب موصوف نے ہاتھ کی صفائی سے یہ تاثر دینے کی مذموم کوشش کی ہے چنانچہ موصوف نے حسب عادت عیارانہ تحریف اور قطع و برید سے کام لیتے ہوئے اعلیٰحضرت کے رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام سے جو ادھورا جملہ نقل کر کے پیش کیا ہے اس سے بالکل متصل اس کی دلیل بھی لکھی ہے۔ مکمل عبارت حسب ذیل ہے اسے پڑھیئے اور گکھڑوی صاحب کی کمال دیانت داری پر انہیں داد دیتے ہوئے سر دھنئے۔

مکمل عبارت: ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالسلام ہے ہرگز دارالحرب

نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں۔ اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔ اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت، بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض، نکاح، رضاع، طلاق، عدۃ، رجعۃ، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ وقف، وصیت، شفعہ وغیرہا بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرّا بیضا کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا، حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس و نصاریٰ ہوں۔ اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت و جبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے والحمد للہ رب العلمین" اھ ما اردنا بلفظہ

اس کے بعد اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف یہ کہ اپنے اس دعویٰ کو فقہ حنفی وغیرہ کی کم و بیش دو درجن کتب معتبرہ کے حوالہ سے دسیوں آئمہ و فقہا اسلام کے اقوال و فتاویٰ سے ثابت فرمایا بلکہ مبسوط عربی رقیمہ میں اس پر وارد ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی فرمایا ہے جس کے سمجھنے کھایا تو گکھڑوی صاحب کو لیاقت ہی نہ تھی یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لیکر خواہ مخواہ اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے

بلکہ اسے مسخ کرنے کی سعی مذموم فرمائی ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم: تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو

("اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام صہ۲ تا صہ۸ طبع الرائیں پبلیشرز ملتان روڈ لاہور)

اعلحضرت اسمیں متفرد نہیں :- علاوہ

ازیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس فتویٰ میں متفرد بھی نہیں بلکہ اس وقت کے عرب و عجم کے متعدد علماء اہلسنت نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا بلکہ علماء غیر مقلدین اور خود گکھڑوی صاحب کے کئی مسلّم اکابر بھی اسمیں اعلحضرت کے ساتھ ہیں۔

اہلسنّت علماء عرب وعجم سے تائید

"اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ"، صہ۳۰۲ طبع نولکشور لکھنؤ) کے حوالہ سے شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف القادری دامت برکاتہم العالیہ رقمطراز ہیں کہ حضرت شیخ جمال بن عبداللہ مکی" مفتی حنفیہ مکۃ المکرمہ، حضرت امام کعبہ سید احمد زینی دحلان مکی" مفتی شافعیہ مکۃ المکرمہ حضرت شیخ حسین مکی" مفتی مالکیہ مکتہ المکرمۃ، جانشین امام اہلسنت علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علامہ عبد الحق خیر آبادی اور حضرت مفتی سعد اللہ رحمہم اللہ اجمعین نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان دار السلام ہے۔ ملاحظہ ہو (کتاب البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صہ۲۳۷ صہ۲۳۸ طبع رضا دار الاشاعت لاہور)۔

نیز مشہور سنی عالم دین علامہ عبد الحلیم لکھنوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے

نامور محشی کتب علامہ عبد الحیٔ لکھنوی اپنے مجموعۃ الفتاویٰ (ج ۱ صـ ۳۰۲ طبع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۴۰ھ) میں لکھتے ہیں "بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہیں دار الحرب نہیں ہیں ان میں کافر سے سود لینا نہیں ہے" اھ ارد نا بلفظہٖ

علماء غیر مقلدین سے تائید :-

امام غیر مقلدیہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنے عقیدیہ کی تائید میں بطور الزام اپنی کتاب ترجمان وہابیہ (صـ ۱۵ طبع مطبع محمدی لاہور) میں لکھتے ہیں "حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا پڑا ہے ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دار السلام ہے"۔

مشہور غیر مقلد عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے الاقتصاد فی مسائل الجہاد (صـ ۱۹) میں لکھا ہے کہ ہندوستان دار الحرب نہیں، دار السلام ہے۔

مولوی فضل حسین بہاری غیر مقلد نے اپنے کتاب الحیاۃ بعد المماۃ، (صـ ۱۳۴) میں غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی کے بارے میں لکھا ہے کہ "ہندوستان کو میاں صاحب ہمیشہ دار الامان فرماتے تھے۔ دار الحرب کبھی نہیں کہا"۔

علاوہ ازیں مشہور غیر مقلد اہل قلم ڈپٹی مولوی نذیر احمد دہلوی نے سورہ نساء کے حاشیہ میں لکھا ہے: "خدا کا شکر ہے کہ ہمارا ہندوستان باوجودیکہ نصاریٰ کی عملداری ہے دار الحرب نہیں ہے"

علماء دیوبند سے تائید :

اگرچہ بعض علماء دیوبند اپنی مشہور دوہری پالیسی کے پیش نظر ہندوستان کو دار الحرب قرار

دیا اور بعض نے گول مول انداز اختیار کیا ہے تاکہ تحصیل مفادات کا باب دونوں طرف سے کھلا رہے اور بوقت ضرورت استفادہ میں کسی قسم کی دقّت کا سامنا نہ کرنا پڑے مثلاً بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی (جماعت دیوبند کے قاسم العلوم والخیرات) نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ "ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں شبہ ہے"۔ ایک اور مقام پر لکھا ہے :۔ "اس ناچیز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے"۔ ایک اور مقام پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "ہجرت کے معاملہ میں دار الحرب اور سود کے معاملہ میں دار الاسلام ہے"۔ (ملاحظہ ہو۔ قاسم العلوم ص۴۵۶ ص۴۶۸ فارسی اردو۔ طبع خیابان پریس لاہور)

نیز نانوتوی صاحب موصوف کے جاںنثار کلاس فائیلو مولوی رشید احمد گنگوہی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے" یہ بھی لکھا ہے کہ "بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے"، اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "سب ہندوستان بندہ کے نزدیک دار الحرب ہے"، اھ بلفظہ ۔ (ملاحظہ ہو فتاوٰی رشیدیہ ص۴۹۱ ص۵۷۹ طبع محمد علی کارخانہ کتب دستگیر کالونی کراچی ص۳۸)

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن نے کہا ہے کہ دار الحرب اور دار السلام ہونا دونوں صحیح ہیں ملاحظہ ہو سفرنامہ شیخ الہند ص۱۶۶ مؤلفہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی، مولوی انور کشمیری دیوبندی نے ہندوستان کو دار الامان کہا جبکہ مولوی سعید احمد اکبرآبادی نے دار کی چار قسمیں کر کے لکھا ہے کہ یہ ملک دار کی چار قسموں میں سے

کوئی قسم نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو (ہندوستان کی شرعی حیثیت ص۳۴ ص۹۶)

جس سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ ہندوستان کو دارالسلام کہنے والے بھی علمائ ہیں۔ جن کا علم انہیں مسلّم ہے اس سے بھی اعلیٰحضرت کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ مولوی سعید احمد اکبر آبادی نے بھی اپنے گنگوہی صاحب کے اس تلوّن فتویٰ پر سخت اظہار تعجب کیا ہے ملاحظہ ہو (ہندوستان کی شرعی حیثیت ص۳۵ ص۳۶ از تحقیق اور تنقیدی جائزہ ص۲۳۶)

تاہم بعض علماء دیوبند جو گنگوہی صاحب کے مسلّم اکابر پیشواؤں میں سے ہیں نے کھل کر اس کا اظہار کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پر واضح لفظوں میں ہندوستان کو دارالسلام بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ دیوبند کے امام اوّل مولوی اسمٰعیل دہلوی مؤلف تقویۃ الایمان کے پیر و مرشد مولوی سید احمد رائے بریلوی کے خلیفہ مولوی کرامت علی جونپوری کا بیان ہے :۔ "مملکت ہندوستان جو بالفعل بادشاہ عیسائی مذہب کے قبضۂ اقتدار میں ہے مطابق فقہ مذہب حنفی کے دارالاسلام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ملاحظہ ہو (اسلامی مجلس مذاکرہ علمیّہ کلکتہ ص۳ طبع نولکشور لکھنؤ)

علامہ شرف القادری مدظلہ، فرماتے ہیں "مولوی فضل علی، مولوی ابوالقاسم، عبدالحکیم، مولوی عبداللطیف سیکرٹری، شیخ احمد آفندی انصاری مدنی سیّد ابراہیم بغدادی نے اپنی تقاریر میں مولانا کرامت علی جونپوری کی تائید کی"

ملاحظہ ہو۔ (تحقیقی اور تنقیدی جائزہ ص۲۳۸)

گکھڑوی صاحب کے حکیم الامۃ تھانوی سے تائید:

گکھڑوی صاحب کے حکیم الامۃ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اس موضوع پر ایک مکمل رسالہ لکھ کر ہندوستان کو نہایت درجہ غیر مبہم الفاظ میں دارالاسلام قرار دیا۔ اور اس میں اعلیٰحضرت رحمہ اللہ کی کھل کر تائید کی ہے۔ رسالہ کا پورا نام ہے:۔ "تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الہندوستان" جسے تھانوی صاحب موصوف کے برادر زادہ مولوی شبیر علی دیوبندی نے تھانوی صاحب کی زندگی میں اپنے مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون سے شائع کیا تھا۔ جو فی الوقت الرائیٹ پبلشرز ملتان روڈ لاہور نے حضرت علامہ شرف القادری دامت برکاتہم کی قابل قدر حت ہے دو "اہم فتویٰ" کے عنوان سے امام اہلسنت اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے رسالہ "اعلام الاعلام بانی ہندوستان دارالاسلام" کے ساتھ طبع کیا ہے۔

اس کے ٹائیٹل پیج پر تھانوی صاحب موصوف نے ایک ضروری نوٹ لکھتے ہوئے ارقام کیا ہے کہ "یہ رسالہ میری آخری تحقیق ہے اگر کوئی تحریر میری اس کے خلاف دیکھی جاوے وہ سب اس سے منسوخ یعنی مرجوع منہ ہے" ملخصاً بلفظہ

رسالہ ہذا کے ص۹ پر تھانوی صاحب موصوف نے ہندوستان کے متعلق لکھا ہے:۔ "ترجیح دارالاسلام کو دی جاوے گی"

نیز اسی میں اسی صفحہ پر تھوڑا سا آگے لکھا ہے "دارالحرب اجراء احکام اسلام مثل جمعہ وعید سے دارالاسلام ہو جاتا ہے .... اس صورت میں

بھی ہندوستان دارالاسلام ہوگا اھ ملخصاً بلفظہ
رسالہ کے آخر میں تھانوی صاحب کے محب معتمد مولوی محمد رشید دیوبندی کا تائیدی فتویٰ بھی شامل ہے جس پر ان کے ایک اور دیوبندی عالم مولوی عبداللہ کانپوری کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔ ملاحظہ ہو (صنہ ۲)

گکھڑوی دھوکہ کی تھانوی صاحب سے مزید مُرمّت

تھانوی صاحب موصوف نے اپنے اسی رسالہ کے (صہ ۸) میں اسی کو امام اعظم بلکہ ائمہ ثلٰثہ رحمہم اللہ اجمعین کے مذہب کا مقتضا قرار دیا ہے جیسا کہ اعلحضرت رحمہ اللہ نے اعلام الاعلام میں لکھا اور گکھڑوی صاحب نے اسے "دھوکہ دیا" سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے تھانوی صاحب کے ہاتھوں گکھڑوی صاحب کی خوب مرمت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تھانوی صاحب کے لفظ ہیں:۔ "ہندوستان نہ تو صاحبین کے قول پر دارالحرب ہے کیونکہ اگرچہ احکام شرک کے اس میں علی الاعلان جاری ہیں لیکن احکام اسلام کے بھی بلاخوف مشتہر ہیں۔ اور دونوں کے باقی رہنے سے دارالحرب نہیں ہوتا۔ اور نہ امام صاحب کے قول پر دارالحرب ہے کیونکہ اجراء احکام کفر بتفسیر مذکور یہاں نہیں ہوا۔ بلکہ بدستور احکام اسلام جاری ہیں اور ایسی صورت میں دارالحرب نہیں ہوتا" اھ

ولنعم ما قیل ع : جن پہ تکیہ تھا وہی ہوا دینے لگے۔

گکھڑوی الزام کے جھوٹ ہونے کے مزید دلائل

بحمداللہ تعالیٰ ہمارے اس بیان سے یہ امر روز روشن کی طرح کھل کر

سامنے آگیا کہ اعلیٰحضرت کا ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینا معاذاللہ حمایت انگریز کی بناء پر نہیں بلکہ شرعی حکم کی بنا پر ہے اور یہ آپ کا خالی دعویٰ ہی نہیں اسے آپ نے متعدد دلائل سے مرصع فرمایا ہے۔ نیز آپ اس میں متفرد بھی نہیں، بے شمار اپنے اور بیگانے علماء جن میں گنگوہی صاحب کے مسلّم اکابر تھانوی وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس میں آپ کے ساتھ ہیں۔ پس اگر گنگوہی صاحب کا اس حوالہ سے اعلیٰحضرت پر حمایت انگریز کا الزام درست ہو تو لازم آئیگا کہ وہ سب علماء خصوصاً گنگوہی صاحب کے مقتدا تھانوی صاحب نے بھی یہ فتویٰ انگریز کی حمایت میں دیا تھا جن کی وساطت سے حصہ بقدر جثہ خود گنگوہی صاحب کو بھی ملے گا اور وہ بھی اس کی لپیٹ میں آکر " ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا " کے مصداق قرار پائیں گے ورنہ وہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر دونوں میں مدلل وجہ فرق بیان کریں۔

بہرحال اس سے گنگوہی صاحب کے اس الزام کا جھوٹا ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔ اسے دلیل ۱ کا عنوان دیکر مزید سنیئے۔

دلیل (۲) :- اعلیٰحضرت کا یہ رسالہ از خود نہیں بلکہ ایک صاحب کے پوچھنے پر معرض وجود میں آیا جیسا کہ ابھی با حوالہ گذرا ہے تاریخ استفتا ۱۲۹۸ھ ہے جیسا کہ سوالنامہ کے اوپر لکھا ہوا ہے ملاحظہ ہو اعلام الاعلام ص۲۔

اعلیٰحضرت نے اس کا جواب ۱۳۰۶ھ میں ارقام فرمایا ہے جیسا کہ اس کے پورے تاریخی نام سے بھی ظاہر ہے کیونکہ اعلیٰحضرت کی جملہ کتب و رسائل کے نام جو آپ کے تجویز کردہ ہیں سب تاریخی ہیں۔ یہ نام بھی آپ ہی کا مجوزہ ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ

کہ استفتاء لیٹ پہونچایا جواب تاخیر سے معرض وجود میں آیا۔ جبکہ رسالہ ہذا اعلحضرت ظاہری زندگی میں نہیں بلکہ آپ کے وصال کے تقریباً سات سال بعد ۱۳۴۷ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔

ملاحظہ ہو مقدمہ اعلام الاعلام صہ از علامہ شرف القادری مدظلہ"۔ (آپ نے ۱۳۴۰ھ میں وصال فرمایا اس سے بھی گکھڑوی صاحب کے اس الزام کا سخت جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کی تحریر کا منشا انگریز کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا یا اس کے اشارہ پر اسے لکھا گیا ہوتا تو اسے منظر عام پر لانے کی بجائے پردۂ خفا میں نہ رکھا جاتا البتہ اس گکھڑوی اصول کے پیش نظر ان کے تھانوی صاحب کا حامی انگریز ہونا واضح ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنا وہ رسالہ اپنی زندگی میں شائع کرایا تھا جیسا کہ اس کے ٹائیٹل پیج پر ان کے نام کے ساتھ لکھے ہوئے "دام ظلہم العالی" کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے جس پر ایک واضح قرینہ یہ بھی ہے کہ انہیں اس دور میں جبکہ ایک پیسہ بھی آج کی نسبت سے روپوں کے برابر تھا۔ حکومت وقت سے چھ سو روپے ماہوار ملتے تھے جیسا کہ مکالمۃ الصدرین کے حوالہ سے گذشتہ صفحات میں مفصل طور پر گذر چکا ہے نیز بعض اکابر دیوبند نے ان کی اس روش پر شکوہ ظاہر کیا ہے چنانچہ پروفیسر محمد سرور سابق استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے اپنی کتاب "افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی" (صہ ۳۸۲ طبع سندھ ساگر اکادمی لاہور) میں سندھی صاحب دیوبندی کے حوالہ سے تھانوی صاحب کے بارے میں لکھا ہے :- "تحریک آزادی ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مؤیدانہ مستقل روش رہی اس سے وہ بہت نفار تھے اور جب بھی موقع ملتا اپنی خفگی کے اظہار میں کبھی تامل نہ کرتے" اھ بلفظہ

ملاحظہ ہو (ص۵ مقدمہ اعلام الاعلام طبع لاہور از علامہ شرف دامت برکاتہم)

جس سے پتہ چلتا ہے کہ گکھڑوی صاحب نے یہ الزام دراصل اپنے بڑوں کے جرم کو چھپانے کی غرض سے لگایا تھا،

مگر ؎ حقیقت چھپ نہیں سکتی کبھی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

دلیل ۳:۔ علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب کے اس الزام کے جھوٹ ہونیکی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ امام اہلسنّت اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی رسالہ میں انگریزوں کی جابجا نہایت سخت الفاظ میں تردید بھی فرمائی ہے جو حمایت میں ہونے کے قطعاً منافی ہے جسے آپ کی کرامت اور نور فراست ہی کہا جائے کہ جو اعتراض برسہابرس بعد میں کیا جانے والا تھا آپ اللہ کے فضل سے نہ صرف یہ کہ اسے پہلے ہی سے بھانپ لیا بلکہ اس کی جوابی کاروائی بھی پہلے فرمادی۔ صدق رسولنا الکریم حیث قال اتقوا فراسۃ المؤمن فانہٗ ینظر بنور اللّٰہ اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اور وہ تردید لجاجت کے انداز میں بھی نہیں جو گکھڑوی صاحب کے "امام ربّانی" اور "حکیم لاثانی" کا ہے چنانچہ موصوف کے حکیم الامۃ کے لفظ ہیں "غدر میں صرف باغیوں کو اندیشہ تھا۔ عام رعایا سرکار سے بالکل مطمئن تھی" ملاحظہ ہو ان کا مبحث فیہ رسالہ (تحذیر الاخوان ص۹ طبع تھانہ بھون) جبکہ ان کے امام ربّانی نے تو انگریزوں سے اظہار عقیدت میں حد کر

کردی ہے چنانچہ ایک موقع پر نہایت والہانہ انداز میں انہوں نے کہا :۔ جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے ،، ملاحظہ ہو (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۸ ۔ یہ حوالہ پہلے بھی گذر چکا ہے)

بلکہ اس کے لئے آپ نے نہایت ہی جارحانہ انداز اختیار فرمایا مگر اس کے باوجود حمایت انگریز کا الزام بھی آپ ہی پر رکھا جا رہا ہے۔ شاید شرم و حیا ناپید ہو چکی یا کہیں اور ڈیرہ ڈال چکی ہے ع ، جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے ۔

چنانچہ اسی رسالہ " اعلام الاعلام ،، میں آپ کا دوسرا فتویٰ مستقلاً یہود و نصاریٰ (انگریزوں) کے رد میں ہے ۔ ملاحظہ ہو ص ۸ تا ص ۱۳ اسی میں انگریزوں کے بارے میں یہ لفظ لکھے ہیں " ان کے اقوال خبیثہ "

ملاحظہ ہو (ص ۹) نیز ص ۱۱ پر ہے ۔ " احتیاط اسی میں ہے کہ نصاریٰ کی نساء و ذبائح سے احتراز کرے ۔ نیز یہود کے بارے میں اسی صفحہ پر لکھا ہے ۔" ان کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں ،،

نیز ص ۱۲ ص ۱۳ میں ارقام فرماتے ہیں " اگر فی الواقع یہود و نصاریٰ عند اللہ کتابی ہی تاہم ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں ۔ نہ شرعاً ہم پر لازم کیا گیا ہے ۔ نہ بحمد اللہ ہمیں اس کی ضرورت بلکہ بر تقدیر کتابیت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہیئے فی فتح القدیر یجوز تزوج الکتابیات والاولیٰ ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ الخ ،، اھ

دلیل ۴:- اس سب سے بھی قطع نظر کر لے جائے تو بھی گنگوہی صاحب کے اس الزام کے جھوٹے ہونے کے لیۓ اتنا بھی کافی ہے کہ موصوف اتنا بڑا دعویٰ کرنیکے باوجود اس کے ثبوت میں مطلوبہ معیار کی کوئی بھی ایک بھی دلیل پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی وہ ایسی کوئی دلیل آئندہ بھی پیش کر سکتے ہیں بے شک ایڑی چوٹی کا پورا زور صرف کر کے طبع آزمائی کرلیں اور اس کیلئے وہ اپنے ہمنواؤں کو بھی بے شک اپنے ساتھ ملالیں جس سے نہ صرف یہ کہ ہم اپنے اس مؤقف سے رجوع کرلیں گے بلکہ انہیں حق محنت کے ساتھ مساحقہ منہ مانگا انعام بھی پیش کریں گے۔ جسے بذریعہ عدالت بھی ہم سے وصول کیا جائے گا۔ پس ہے کوئی مائی کا لعل جو مرد میدان بنتے ہوئے اس امر کی صرف ایک معیاری دلیل مہیا کردے کہ امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت نے اپنی یہ کتاب انگریز کو خوش کرنے کے لیۓ یا اس کے اشارے پر لکھی تھی نیز وہ باحوالہ بتادے کہ انگریز نے اس پہ آپکو کس چیز سے نوازا۔ آپ کو "سر" کا لقب دیا یا "شمس العلماء" کا خطاب دیا یا کوئی زمین الاٹ کی تھی یا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا جسے گنگوہی صاحب کے کئی مسلّم اکابر پر نوازشات کی بارش کی (وقد مرّ تفاصیلھا) ؟؟؟ ہمیں گوئی وہمیں میدان۔ دیدہ باید لیکن ہم بڑے وثوق سے عرض کیۓ دیتے ہیں۔

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ‏ ‏ ‏ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مؤقف اعلیٰحضرت کی صحت کی عقلی دلیل

ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے کے فتوی مؤقف کے درست

اور دارالحرب قرار دینے کے وہابی دیوبندی گکھڑوی موقف کے غلط ہونے کی ایک عقلی دلیل بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ دارالحرب قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انگریز کا قبضہ اور اقتدار تسلیم کر لیا ہے جس کی بناء استخلاص وطن کی جدوجہد کا جواز ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا نیز مسلمانوں کو یہ بہت بڑی دشواری بھی پیش آئے گی کہ اس جگہ شعائر اسلامیہ کے اظہار پر پابندی قبول کرنا پڑیگی اور بہت سے احکام شرعیہ کو مرفوع ماننا پڑیگا اور شرعی طور پر وہاں قیام ناجائز ہوگا کیونکہ، دارالحرب سے ہجرت کرنا ضروری اور قیام ناجائز ہے جبکہ دارالاسلام قرار دینے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان پر انگریز کا قبضہ غاصبانہ تھا لہٰذا مسلمانوں کو حق تھا کہ وہ بشرط استطاعت استخلاص وطن کے لئے جہاد کریں۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے تلامذہ، خلفاء اور دیگر ہمنوا علماء و مشائخ اہلسنت نے انگریز اور ہندو دونوں کا مقابلہ جاری رکھا جس سے نہ صرف یہ کہ انگریز کو دیس نکالا ہوا بلکہ یہ تحریک پاکستان کیلئے پیش خیمہ بنکر پاکستان کے وجود آنے کا سبب بھی بنا (افادہ العلامۃ الشیخ عبدالحکیم شرف القادری فی تقدیمہ علی الرسالۃ المبارکہ اعلام الاعلام بتغییر یسیر من ھٰذا الفقیر محرر السطور رضی عنہ ربہ الغفور)

لطیفہ (ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کی وجہ)

بعض حضرات کو اس میں تحقیق کی غلطی ہوئی اور بعض نے ایک روایت کا سہارا لیکر یہ رسالہ جبکہ محض سود کو جائز اور حلال بنانے کے لئے چلایا پس انہیں اعلیٰحضرت

سے اصل غصہ یہ ہے کہ انہوں نے ان کا یہ سارا پروگرام غلط کر کے ان کے پیٹ کے اس دھندا کو خاک میں ملا دیا۔ چنانچہ آپ ارقام فرماتے ہیں :- "الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں عجب ان سے جو تحلیل ربٰو کے لیے جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اس پر وارد اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں۔ اور باوجود قدرت واستطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ گویا یہ بلاد اسی دن کے لیے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اڑائیے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے" اھ

ملاحظہ ہو (اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام صک طبع بریلی شریف ولاہور پاکستان)

جس کا خود گنگوہی صاحب کے بعض بزرگان کو بھی اقرار ہے چنانچہ موصوف کے قاسم العلوم والخیرات بانی دیوبند نے لکھا ہے :- "کارایان آں بود کہ درباره ہجرت ہندوستان را دارالحرب قرار مے دادند و درباره سود گرفتن و ناگرفتن دادن این دیار را دارالاسلام مے فہمیدند نہ ایں کہ درباره ہجرت دارالاسلام و در وقت سود گرفتن دارالحرب" ملاحظہ ہو (قاسم العلوم ص۵٦ طبع خیابان پریس اردو بازار لاہور)

نیز گنگوہی صاحب کے حکیم الامت تھانوی لکھتے ہیں :- "تعجب ہے بعض اہل اسلام ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر آمدنی بنک کو حلال سمجھتے ہیں الخ

(ملاحظہ ہو۔ تحذیر الاخوان ص۱)

اقول:- ظاہر بات ہے کہ یہ بہانہ خود لوگ یا تو وہی تھے جنہوں نے اسے دارالحرب کہا اور باوجود استطاعت اس سے ہجرت نہ کی یا اسے دارالحرب اور دارالاسلام دونوں قرار دیا جو خیر سے گکھڑوی صاحب ہی کے بزرگان والاشان تھے جس کی باحوالہ تفصیل گذر چکی ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰحضرت رحمہ اللہ اور آپ کے ہمنوا حضرات کا دامن اس سے پاک ہے کیونکہ انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پہ دلائل شرعیہ کی رو سے اسے دارالاسلام قرار دیا (والحمد للہ المعبود)

شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ سے مغالطہ کا رد

گکھڑوی صاحب وغیرہ اس مقام پر یہ مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے ہندوستان کے دارالحرب ہونیکا فتویٰ دیا تھا اسی کی بناء پر مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جہاد بپا کیا۔ جو نہایت درجہ غلط اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ شاہ صاحب موصوف سے اس میں خطاء اجتہادی ہوئی انہوں نے انگریز کی علمداری اور دخل اندازی کی وجہ سے اسے دارالحرب قرار دیا۔ چنانچہ فتاوٰی عزیزی فارسی صنا طبع مطبع مجتبائی) میں ارقام فرماتے ہیں :- وبریں تقدیر معمولہ انگریزاں و اشیاہ ایشاں راشبہ دارالحرب است،، اھ

جبکہ مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کو انگریزوں کچھ پرخاش نہ تھی بلکہ وہ ان کے دلی خیر خواہ ہی نہ تھے ان پر مر مٹنے والے محب جانثار بھی تھے جو آخر تک اسی پر قائم رہے اور جو نام کا جہاد انہوں نے کیا وہ بھی بنیادی طور پر سرحد کے بیچارے غریب سنی حنفی پٹھانوں سے بپا کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں انہیں اس خاص طریقہ سے

"جامِ شہادت" بھی نوش کرنا پڑا۔ اس کی مکمل باحوالہ تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (حیات طیبہ ص۵۲۳ از مرزا حیرت دہلوی وہابی طبع مکتبہ السلام لاہور۔ نیز تاریخ تناولیاں مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، نیز زلزلہ زیر و زبر علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ۔ تحقیقی اور تنقیدی جائزہ کتاب البریلویہ اور مقدمہ دو اہم فتوے وغیرھا)

آخری کیل (موجودہ ہندوستان کی شرعی حیثیت)

گکھڑوی صاحب اسی طرح ان کے ہمخیال حضرات پھر بھی نہ مانیں اور اعلیٰ حضرت کے خلاف اپنے اسی مؤقف پر ڈٹے رہیں تو اس سلسلہ میں ہمارا ان سے آخری کیل کے طور پر آخر سوال یہ ہے کہ ہندوستان بصورت موجودہ کی شرعی حیثیت کیا ہے، آیا وہ اس وقت بھی دار الحرب ہے یا اب وہ دار الاسلام ہو گیا ہے؟ اگر وہ دار الاسلام ہے تو اس میں کیا راز ہے کہ حکومت انگریز کی ہو تو وہ دار الحرب ہو ہندوؤں کی ہو تو دار الاسلام ہو۔ جبکہ ہندو، انگریز سے کفر میں بدرجہا بدتر ہیں اور اگر دار الحرب ہے تو تمہارے بڑے بڑے وہاں قیام پذیر کیوں ہیں۔ وہاں سے ہجرت کیوں نہیں کرتے۔ جبکہ شرعی مجبوری بھی کوئی نہیں۔ اور تمہارا مرکز جسے گکھڑوی صاحب نے راہ سنت کے دیباچہ طبع نہم میں "ایشیا ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا واحد ادارہ اور اسلامی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند" قرار دیا ہے وہاں کیوں قائم ہے اور تم ہندوں کے خلاف علم جہاد کیوں بلند نہیں کرتے ہو۔ نیز انگریزوں کی حکومت میں ہندوستان کو دار الاسلام کہنے والا انگریز نواز ہے تو ہندوؤں کے دورِ حکومت میں

اسے دارالاسلام کہنے والے کو بھی ہندو نواز کہیں گے یا نہیں؟۔ نیز حدیث یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان حدیث کی کس کتاب میں ہے اور اس کا معنیٰ کیا؟؟ ع:۔ جلا کر راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

حق کا بول بالا

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر گنگوہی صاحب کا حمایت انگریز نیز انگریز کے اشارہ سے بعض علمائے دیوبند کی تکفیر کے الزام کا یہ سارا کھیل جب ایک خود ساختہ اور منگھڑت امر ہونا کھل کر سامنے آگیا۔ اور جس امر کو گنگوہی صاحب نے اپنے اس باطل دعویٰ کی بنیاد بنایا تھا جب وہ بے بنیاد ثابت ہوگیا تو اس کے سہارے قائم کی گئی ان کے استدلال کی ساری عمارت منہدم اور زمین بوس ہوگئی اور خود ان کے اس اصول کے پیشِ نظر امام اہلسنّت اعلیٰحضرت کے مؤقف اور علماء دیوبند کے گستاخ نبوّت ہونے کے دعویٰ کا برحق ہونا بھی واضح ہوگیا۔ (وھو المقصود)

عبارات واقعی کفریہ ہیں

:۔ علاوہ ازیں اس سے قطع نظر خالی الذہن ہوکر اور علم و انصاف سے کام لیتے ہوئے علماء دیوبند کی ان اختلافی عبارات کا مطالعہ کیا جائے تو ان کا کفریہ ہونا ایک حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آتا ہے وہ عبارات مکمل باحوالہ تفصیل کے ساتھ کچھ صفحات قبل "گذارش احوال واقعی بجواب عرض حال" کے زیر عنوان گذر چکی ہیں، قبر و آخرت نیز اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جل جلالہ) کی پیشی کو مدِ نظر رکھ کر ان کا مطالعہ کر کے مبنی بر

انصاف فیصلہ صادر فرمائیں، ایمان، محبت، اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے منافی نہ سمجھنا، خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کو جہلا کا خیال بتانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو معاذ اللہ علم ابلیس تک سے کم قرار دینا نیز یہ کہنا کہ ابلیس کے علم کی وسعت تو نص سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علمی کی کوئی نص نہیں اور ابلیس کے علم کے ثبوت کو قرآن وسنت کے مطابق اور درست قرار دیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع العلم ہونے کے عقیدہ کو "قیاس فاسدہ" اور شرک کہنا اور معاذ اللہ آپ کے علم شریف کو زید وعمرو، ہر ایرے غیرے، بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دینا کفر، ارتداد، خروج عن الاسلام اور آپکی شان میں شدید گستاخی اور سخت بے ادبی ہیں اور کیا یہ سب باتیں علماء دیوبند نے نہیں لکھیں اور کیا یہ سب امور دیوبندی نظریات کا حصہ نہیں؟ ہم اس کا فیصلہ محبان رسول منصف مزاج قارئین پر چھوڑتے ہیں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے اس حکم کو پیش نظر رکھنا مت بھولیئے گا۔ کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولیٰ بھما الآیۃ نیز اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ الآیۃ نیز واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ الآیۃ۔

یعنی اے ایمان والو اور قرآن کے مخاطبو! گواہی دیتے وقت

اللہ کی رضا کو ملحوظ اور ایمان کے دامن سے وابستگی رکھو اگرچہ وہ گواہی تو د
تمہارے اپنے یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف بھی کیوں نہ جاتی
ہو۔ کسی مجرم غریب پہ ترس کھاتے یا کسی مجرم امیر سے ڈر کر گواہی بدل کر دینے
کی بجائے اللہ کو راضی کرنا احق واولیٰ ہے۔ انصاف کو مدّنظر رکھو کہ وہ تقویٰ
کی جان ہے۔ انصاف کا فیصلہ دو اگرچہ تمہارا رشتہ دار بھی اس کی زد میں
آتا ہو۔

شاہ ولی اللہ کے ہم عقیدہ سُنّی

ہونیکے گکھڑوی دعویٰ کی حقیقت

رہا گکھڑوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ وہ اور ان کے اکابر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ سنی ہیں بلکہ سنّی ہے ہی وہی جو ان کے ان اکابر کے عقائد سے متفق ہو (ملخصًا) راہ سنّت ص۶)؟

تو یہ ان کا محض زبانی دعویٰ ہے جو بے دلیل ہی نہیں، حقائق کے برخلاف بھی ہے ورنہ کیا وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کسی صحیح ثابت شدہ تصنیف یا تالیف سے دکھا سکتے ہیں کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرھا کی گستاخانہ عبارات (جو اصل اختلاف کی بنیاد اور اس وقت زیر بحث ہیں) کے وہ قائل تھے؟ ہمیں گوئی وہمیں میداں - دیدہ باید۔

حقیقت یہ ہے کہ علمار دیوبند حضرت شاہ صاحب موصوف کے ہم عقیدہ قطعاً نہیں ہیں جس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد " وما اھلّ بہٖ لغیر اللّٰہ "، کے بارے میں علمار دیوبند خصوصاً خود گکھڑوی صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ جو حلال جانور غیر اللہ کے نام سے مشہور کر دیا جائے وہ ایسے حرام ہو جاتا ہے (جیسے معاذ اللہ خنزیر حرام ہے - چنانچہ گکھڑوی صاحب نے اس حوالہ سے لکھا ہے :-

" ہلال کے معنی عربی زبان میں ذبح کے نہیں، نامزد کرنے اور شہرت دینے کے ہیں"
اھ بلفظہٖ -

نیز لکھا ہے :۔ جس جانور کو غیر اللہ کے لئے شہرت دی گئی ہو (الی) وہ " وما اھل بہٖ لغیر اللہ" کہلاتا ہے یعنی اہلال کا معنیٰ نہ تو ذبح غیر اللہ کا نام اس پر لینا شرط ہے، ہاں غیر اللہ کے لئے نامزد کرنا اور شہرت دینا اس میں ملحوظ ہے" اھ ملخصاً بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو (تنقید متین ص۱۰۲۔ ص۱۰۳ طبع گکھڑ ۱۹۸۴ء)

جبکہ علماء اہلسنت کے نزدیک اس میں وقت ذبح کی قید ملحوظ ہے۔ اور بعینہٖ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا قول بھی اس بارے میں یہی ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ گکھڑوی صاحب اپنے اس دعویٰ میں قطعاً صادق نہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے فارسی ترجمۂ قرآن (فتح الرحمٰن) نے تمام مقامات پر" وما اھل بہٖ لغیر اللہ" کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے " وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا"، یعنی اس ارشاد خداوندی کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال جانور بھی تم پر حرام ہے جسے ذبح کرتے وقت اس پر غیر خدا کا نام لیا جائے (ملاحظہ ہو پ۲ البقرہ آیت ۱۷۳)

ع :۔ ببیں تفاوت کہ راہ کجاست تا بکجا۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہابیہ سے اس کا جواب نہ بن پڑا اور وہ اس سے عاجز آ گئے تو انہوں نے عافیت اس میں سمجھی کہ اس میں تحریف کر دی جائے چنانچہ ۱۴۱۷ھ میں حضرت شاہ صاحب یہ ترجمۂ قرآن سعودیہ سے شائع کر کے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۳ میں زیر بحث ارشاد ربانی کا ترجمہ یوں کر دیا گیا ہے:۔
"وآنچہ آواز بلند کردہ شود بر او بغیر نام خدا"، یعنی وما اھل بہٖ لغیر اللہ

کا معنی ہے جس حلال جانور کو غیر خدا کے نام سے مشہور کر دیا جائے وہ بھی حرام ہے
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم
مما یکسبون۔

جس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب
کی کتابوں میں تحریفیں اور ملاوٹیں بھی کی گئیں ہیں پس آپ کی جس کتاب کی جس
عبارت میں وہابیہ کی تائید پائی جاتی ہو وہ قطعاً وہابیہ کی ہاتھ کی صفائی
کا نتیجہ ہو گی۔ یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے اس سے قبل ماضی میں کیا کیا من مانیاں
کی گئی ہونگی خود اندازہ لگالیں نیز جب ان لوگوں نے ترجمۂ قرآن کو بھی معاف
نہیں کیا اور وہ بھی کعبۃ اللہ اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر۔ تو ان کی
دوسری کتابوں کے ساتھ ہندوستان میں رہ کر کیا کیا حشر نہیں کیا ہو گا؟

دیوبندی ولی اللہی نہیں اسمٰعیلی ضرور ہیں

ہاں! اگر گکھڑوی صاحب کی مراد یہ ہو کہ ان کے اور ان کے اکابر کے
عقائد و نظریات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولوی اسمٰعیل دہلوی
سے ملتے ہیں تو بجا ہے ہمارے مؤقف کے بھی عین مطابق۔ کیونکہ اسمٰعیل صاحب
موصوف نے اپنے جدّ امجد نیز اپنے اعمام کرام (حضرات شاہ عبدالعزیز، شاہ
عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین محدثین دہلویہ) رحمہم اللہ اجمعین کے عقائد و نظریات
سے بغاوت کر کے کھلے بندوں وہابیت اختیار کر لی تھی جس کی مکمل تفصیل فریقین کی کتب
میں موجود ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو "مولانا اسمٰعیل اور تقویتہ

الایمان،، مؤلفہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی (وغیرہ)

اسی مطلب کو گکھڑوی صاحب کے امام ربانی گنگوہی صاحب نے بھی نہایت درجہ صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں :۔

"بندہ" خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب میں بیعت ہے اور اسی خاندان کا شاگرد ۔ گو ان کے عقائد کو حق اور تحقیقات کو صحیح جانتا ہے الا ماشاء اللہ کوئی امر جو بمقتضائے بشریت خاصہ لازمہ انسان ہے صادر ہو گیا ہو۔ ...... اس خاندان کے عقائد تقویۃ الایمان سے ظاہر ہیں اھ ملخصاً بلفظہ

ملاحظہ ہو (فتاوی رشیدیہ ص۵۴ طبع محمد علی کراچی ج۳)

سچ ہے ۔ ع :۔ مدعی لاکھ بھی بھاری ہے گواہی تیری ۔

گنگوہی صاحب نے الا ماشاء اللہ کہہ کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اصل عقائد و نظریات سے اپنے انحراف کی جانب جو لطیف اشارہ کیا ہے وہ بھی ہمیشہ ملحوظ رکھنے کے قابل ہے اور ما نحن فیہ کی عمدہ دلیل بھی۔

باقی ان کا تقویۃ الایمانی عقائد کو اس پورے خاندان کے سر منڈھ دینا۔ قطعاً خلاف واقعہ اور محض ایجاد "بندہ" ہے۔ جس کی کچھ تفصیل ابھی گذری ہے نیز تقویۃ الایمانی نظریات کا حضرت شاہ صاحب کی غیر مدسوس کتب اور آپ کی سوانح حیات کی اصل تالیفات (خصوصاً القول الجلی مؤلفہ حضرت شاہ عاشق ولی اللہی جو وہابیہ کی دست و برد سے نجات پاکر ابھی کچھ عرصہ قبل پردۂ خفا سے نکل کر منظر عام پر آئی ہے) سے تقابل کر کے بھی بآسانی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ باقی کسی کا

کسی خاندان کی محض شاگردی یا محض بیعت کا اختیار کرلینا اس کے اس سے بالکلیہ متفق یا ہم عقیدہ ہونے کو بھی قطعاً مستلزم نہیں۔ حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوری تعلیم علماء دیوبند سے حاصل فرمائی تھی مگر اس کے باوجود وہ ان کے خلاف اتنے بڑے مناظر تھے کہ حسب ارشاد مرشدی الکریم حضرت غزالی زماں الکاظمی قدس سرہٗ ایسا مناظر چشم فلک نے نہ دیکھا ہوگا۔ اسی طرح مشہور احراری بزرگ اور گکھڑوی صاحب کے احد الائمہ عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے حضرت فاتح قادنیت سید مہر علیشاہ صاحب گولڑوی چشتی نظامی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی جس کا مقصد آستانہ عالیہ سے اثر ورسوخ پیدا کر کے وابستگان سلسلہ میں اپنے اثرات پھیلانے کے سوا کچھ نہ تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ پورا نہ ہوسکا والحمد للہ علیٰ ذلک

تالیف راہ سنّت سے گکھڑوی منصوبہ کا محاسبہ:

گکھڑوی صاحب نے راہ سنّت کی تالیف سے اپنے منصوبہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:۔ "ہم اپنی پوزیشن کو واضح کرتے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ہمارا کوئی مسئلہ بھی قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی کے خلاف نہیں ہے اور ہم پکے سنّی مسلمان ہیں" اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۱)

اقول:۔ چونکہ گکھڑوی صاحب کا یہ دعویٰ تلبیس پر مبنی ہے اس لئے ہم بھی ان کی اصل پوزیشن کو عوام کے سامنے رکھنے کے لیئے ان سطور کے لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں اور ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ ٹھوس حوالہ جات سے ثابت کردیا ہے کہ موصوف اور ان کے

اکابر گستاخانہ عقائد و نظریات کے حامل ہیں جو قرآن و سنّت اور فقہ حنفی کے قطعاً خلاف ہیں جن کا پکے سنّی حنفی مسلمانوں کے عقائد سے بالکل کوئی تعلق نہیں۔ نیز یہ کہ ان کا قرآن و سنّت اور فقہ حنفی کا نام لینا محض اپنے ان باطل عقائد کو چھپانے کی بدترین سازش اور ناکام کاوش ہے جو ان کا ایسا خواب ہے جو ان شاء اللہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا، اور "ایں خیال است و محال است و جنوں"، کا صحیح مصداق ہے۔ جس کی بہت سی تفاصیل اگلے صفحات میں بھی آ رہی ہیں۔ ع :- آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

دیگر گکھڑوی منصوبہ جات کے متعلق ہمارا ردِّ عمل

گکھڑوی صاحب نے اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے اپنے ماضی و مستقبل کے منصوبہ جات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "بدعات کے جملہ مشہور مسائل پر اس کتاب میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مسئلہ حاضر و ناظر پر راقم کی کتاب "تبرید النواظر"، کئی سالوں سے اور شرک کی حقیقت اور پکارنے وغیرہ پر "گلدستۂ توحید"، عرصہ سے طبع ہو چکی ہیں۔ مختار کل کے مسئلہ پر "دل کا سرور" کی طباعت ہو چکی ہے۔ مسئلہ علم غیب اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت پر کتابیں زیر ترتیب ہیں اور اکابرین علماء دیوبند کی عبارتوں پر جو قطع و برید کر کے اعتراضات کیے گئے ہیں ان کے پورے اور مفصّل جوابات زیر تجویز ہیں"، اھ بلفظہٖ۔

نیز حاشیہ ۱ے میں لکھا ہے :- "اب ازالۃ الریب"،

تنقید متین اور عبارات اکابر کا پہلا حصہ طبع ہوچکا ہے "، اھ بلفظہ
ملاحظہ ہو (راہ سنّت ص۱)

اقول:۔ آپکی " اس کتاب " کے جواب میں فقیر کی " یہ کتاب " حاضر ہے دیگر میں سے بیشتر کے تارِ تور جوابات بعض علماء اہلسنّت لکھ چکے ہیں جیسے آپ کے نام کے گلدستۂ توحید کے جواب میں مناظر اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب دامت برکاتہم کی معرکۃ الاراء کتاب " گلشن توحید و رسالت " وغیرہ۔ فقیر بھی مستقل بنیادوں پر یہ خدمت سرانجام دینے پر کمربستہ ہوچکا ہے۔ تسلّی رکھیں۔

قال الگکھڑوی:۔ " واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل" ملاحظہ ہو (راہِ سنّت ص۱)

یقول السعیدی:۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ وقال ایضاً واللّٰہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم وقال فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظّٰلمین ناراً احاط بھم سرادقھا وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقاًo صدق اللّٰہ العظیم وبلّغنا رسولہ النبی الکریم ونحن ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ ربّ العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وعلینا معھم اجمعین

قادریہ پبلشرز کراچی